5

عظیم معاشی و معاشرتی اُسوہ

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عظیم معاشی و معاشرتی اُسوہ

استاذہ نگہت ہاشمی

عظیم معاشی ومعاشرتی اُسوہ

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : عظیم معاشی و معاشرتی اُسوہ

مصنّفہ : استاذہ نگہت ہاشمی

طبع اوّل : اپریل 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون: 042-7060578-7060579

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1 ' کینال روڈ' فون: 1851 872 - 041

بہاولپور : 7A ' عزیز بھٹی روڈ' ماڈل ٹاؤن اے' فون: 2875199 - 062
2885199 ' فیکس : 2888245 - 062

ملتان : 888/G/1 ' بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی' بوسن روڈ' گلگشت
فون: 6220551 6223646 - 061

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمیونیکیشنز B-48 گرین مارکیٹ بہاولپور

فون نمبر 2888245 - 062

قیمت : روپے

ابتدائیہ

تاریخ انسانی میں جن ہستیوں نے انسانی زندگی کو متاثر کیا ان کی ذاتی زندگی پر نظر ڈالیں تو نجی تعلقات، معاشرتی رابطے اور معاشی معاملات میں توازن نظر نہیں آتا۔ کہیں مرد اور عورت کے تعلقات میں خرابی نظر آتی ہے تو کہیں والدین کے حقوق متاثر ہیں، کہیں اولاد سے توجہ ہٹ گئی اور کہیں ہمسائے حقوق سے محروم رہ گئے، کہیں رشتہ داری کٹ گئی تو کہیں سماجی رابطہ متاثر ہو گیا، کہیں کمانے کا ذریعہ متاثر ہے تو کہیں خرچ کرنے میں بے اعتدالیاں ہیں۔ غرض زندگی کے بعض پہلو بہت مزین ہوتے ہیں اور بعض بالکل پھیکے اور بے رنگ۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی معاشرتی اور معاشی اعتبار سے بھی انسانیت کے لیے عظیم اُسوہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی اعتدال اور توازن کا بہترین نمونہ تھی۔ آپ ﷺ اگر ایک طرف دنیا کی تاریخ کا رخ بدلنے والے تھے تو دوسری طرف خوشگوار گھریلو زندگی گزارنے والے تھے۔ آپ ﷺ براہِ راست معاشرے کے تمام طبقات سے رابطہ رکھنے والے تھے جبکہ رات میں اپنے ربّ سے رابطہ قائم رکھتے تھے۔ اگر نبوت سے پہلے تجارت میں اپنی حیثیت منوا چکے تھے تو دوسری طرف نزولِ وحی کے موقع پر آپ ﷺ پر گھبراہٹ طاری ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی کہ خدا کی قسم! آپ ﷺ کو اللہ کبھی رسوا نہ کرے گا،

آپ ﷺ تو اخلاقِ فاضلہ کے مالک ہیں، آپ ﷺ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر لیتے ہیں، مفلسوں کے لئے آپ ﷺ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ ﷺ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ ﷺ امرِ حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ (صحیح بخاری:3)

رفیقۂ حیات کی یہ گواہی آپ ﷺ کے عظیم معاشی اور معاشرتی اُسوہ کی روشن مثال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اللہ سے دُعا ہے ہمیں اس اُسوہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا سوال جو اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ یہ کہ آج تیسرے ہزارے میں ہم پہلے ہزارے [First Milli nium] کی بات کیوں کریں؟ آج کے اس دور میں ہم اپنے مسائل اور معاملات کے لیے پہلے ہزارے میں آنے والی شخصیت سے رہنمائی کیوں لیں؟ ربّ العزت کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:21)

''تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''۔

رہنمائی کی ضرورت تو انسان کو ہمیشہ رہتی ہے۔ راہنمائی یا تو انسانی ہو سکتی ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اگر رہنمائی انسانوں کی طرف سے ہو تو یہ خطرہ رہتا ہے کہ یہ رہنمائی ہمیشہ چل نہیں سکے گی، اس لئے کہ انسان کی سوچ ایک محدود وقت تک کے لیے ہوتی ہے۔ مثلاً اگر ہم اپنی زندگی میں دیکھیں تو ہمارے والدین کے experiences، ہماری اپنی زندگی کے تجربے، ہمارے دور میں ملنے والی کتابوں اور ہمارے دور میں جو کچھ ہمیں الیکٹرانک میڈیا سے مل رہا ہے، ان سب کے توسط سے ہمارا ایک نظریہ بنتا ہے۔ جو کچھ ہم لے سکتے ہیں، جو کچھ ہم Uncounciously لیتے رہتے ہیں، اس کا نتیجہ کس صورت میں نکلتا ہے؟ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نہ تو گھروں کی زندگی میں سکون ہے، نہ ہمیں گھروں کے

تعلقات سنورتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بات صرف اس دھرتی کی نہیں جس پر ہم بس رہے ہیں، بات ان دھرتیوں کی بھی ہے جہاں سے انسانوں نے خلاؤں میں چاند تک اور مختلف سیاروں تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ جیسے اقبال نے کہا:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا کا سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

انسانی زندگی کا معاملہ تو ایسا ہی ہے کہ انسان زندگی کے معاملات سنوارنے کے لیے جو کچھ کرنا چاہتا ہے، پتہ چلتا ہے کہ آنے والے لمحے میں ہی سب کچھ ناکام ہو گیا۔ انسانی سوچ پر بھلا ہم کیسے اعتماد کر سکتے ہیں؟

میں سب سے پہلے آپ کے سامنے ایک نقشہ رکھنا چاہتی ہوں، معاشرتی زندگی کا نقشہ۔ معاشرتی زندگی کا بنیادی یونٹ خاندان ہے، فیملی جس میں شوہر ہے، بیوی، ان کی اولاد ہے، والدین ہیں، پھر شوہر اور بیوی اور والدین کے توسط سے دیگر رشتہ داریاں ہیں۔ وہ رشتہ داریاں چاہے قریب کی ہوں یا دور کی، بہر حال معاشرت اسی طرح ترتیب پاتی ہے۔ پھر اسی طرح انسان کے ہمسائے ہیں، اُس کے دوست احباب ہیں جن کے ساتھ اُس کے تعلقات ہوتے ہیں، پھر وہ افراد جن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا لیکن ایک ہی جگہ پر رہنے کی وجہ سے اچھے تعلقات بن جاتے ہیں۔ ہر معاشرت کو معیشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم معیشت کو درمیان سے نکال دیں تو معاشرت چل ہی نہیں سکتی۔ معیشت کا مطلب یہ ہے کہ کمائیں کیسے؟ خرچ کیسے کریں؟ کمانے اور خرچ کرنے کے طریقہ ہائے کار معاشی اُصول کہلاتے ہیں۔

آج کی اس نشست میں ہم رسول اللہ ﷺ کی معیشت اور معاشرت کو دیکھیں گے:

رسول اللہ ﷺ کا معاشی اُسوہ

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے دو پہلو ہیں:
ایک وہ جو مکہ کی زندگی سے متعلق ہے۔
اور دوسرا وہ جو مدینہ کی زندگی سے متعلق ہے۔

ایک اہم سوال جو انسان کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی معاشی ضروریات کہاں سے پوری کرتے تھے؟ قبل از نبوت تو ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ ﷺ تجارت کرتے تھے لیکن باقی خاکہ ذہن میں نہیں بنتا کیونکہ آپ ﷺ ہمہ وقتی کارکن تھے، آپ ﷺ تو سارا وقت اسلام کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ لہٰذا عام طور پر ذہنوں میں یہی تصور آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی معاشی ضروریات کو شاید دوسرے افراد پورا کرتے تھے اور آپ ﷺ کو اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کرنا پڑتی تھی۔ اس لیے عام افراد آپ ﷺ کی زندگی کو اپنی زندگی کے لیے نمونہ نہیں بناتے۔

معاشی حوالے سے جو بات چیت ہے وہ نہ تو معاشی قوانین کے حوالے سے ہے نہ بہت بڑے بڑے معاشی اُصولوں کے حوالے سے بلکہ ہم سادہ انداز میں یہ دیکھیں گے کہ گھریلو اُمور کی تنظیم اور ضروریات کو پورا کرنے کیلئے آپ ﷺ کے پیشِ نظر کون سے اُصول تھے؟ اور آپ ﷺ کی زندگی میں ہمارے لیے کیا نمونہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی

income کہاں سے generate ہوتی تھی؟ آپ ﷺ کی مکی زندگی کے دو ادوار ہیں: ایک وہ جو نبوت سے پہلے کا ہے، یہ دور تقریباً چالیس برس پر محیط نظر آتا ہے۔ دوسرا وہ دور ہے جو آپ ﷺ کی نبوت کے بعد کا ہے۔ یہ دور 13 برس پر محیط ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہوا تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر 25 برس تھی اور اس وقت تک آپ ﷺ تجارت میں نام پیدا کر چکے تھے۔ یعنی بحیثیت ایک دیانت دار تاجر کے آپ ﷺ کی repute establish ہو چکی تھی۔ بہت سارے لوگ جانتے تھے کہ آپ ﷺ امانتدار تاجر ہیں حتیٰ کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اگر آپ ﷺ کی طرف ملتفت ہوئیں تو آپ ﷺ کی اسی دیانت کی وجہ سے۔ قبل از نبوت آپ ﷺ خود کماتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال بھی آپ ﷺ کے کام آیا کرتا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خوشی سے وہ مال خرچ کرتی تھیں۔ بہر حال آپ ﷺ نے نبوت سے پہلے تجارت کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔

یہاں اگر دیکھیں تو ہمیں اپنی زندگی کے لیے نمونہ نظر آتا ہے کہ سارے انبیاء علیہم السلام اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اپنے ہاتھوں سے کمایا، تجارت کی، ایک دور ایسا بھی تھا جب آپ ﷺ نے بکریاں بھی چرائیں اور پھر بعد میں اپنے چچا کے ساتھ تجارت کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ ایک دیانتدار اور حسنِ معاملہ کرنے والے تاجر تھے اسی وجہ سے آپ ﷺ کی تجارت خوب چمکی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے ساتھ نکاح کیا لیکن اس کے بعد بھی تجارت کا یہ سلسلہ جاری رہا۔

نبی ﷺ جو مال کماتے تھے وہ خرچ کہاں ہوتا تھا؟ قبل از نبوت آپ ﷺ کی زندگی میں کمائی کہاں خرچ ہوتی نظر آتی ہے؟ اس سلسلے میں آپ کے سامنے صحیح بخاری کی کتاب 'بدء الوحی' کے وہ الفاظ رکھنا چاہتی ہوں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے

نکلے۔جب آپ ﷺ غارِ حرا سے واپس لوٹے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے احساسات سے آگاہ کیا:

لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ

''مجھے میری جان کا ڈر ہے''۔

اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کَلَّا وَاللّٰہِ مَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا

''ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا''۔

اور کشمیہنی کی روایت کے مطابق یہ الفاظ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمائے:

''ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی غمگین نہیں کرے گا''۔

کیوں؟

اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ

''یقیناً آپ ﷺ رشتہ کے تعلقات کو جوڑنے والے ہیں''۔

رشتے کا تعلق نہیں جڑتا جب تک انسان اپنا مال نہیں لگاتا۔رسول اللہ ﷺ رشتے کے تعلقات کو جوڑنے کے لیے کیسے کوشاں تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت کی ذمہ داری آپ ﷺ نے لی تھی اور آپ ﷺ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے نہیں دوسرے رشتہ داروں کے لیے بھی اپنا مال لگایا کرتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو دوسرے الفاظ فرمائے وہ یہ تھے کہ

وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ (صحیح بخاری:3)

''آپ ﷺ بیواؤں کی دستگیری کرتے ہیں''۔

یعنی جو مال سے محروم افراد ہیں آپ ﷺ ان درماندہ لوگوں کو کما کر دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کا مال کہاں لگتا تھا؟ جب تک اللہ تعالیٰ کی براہِ راست رہنمائی آپ ﷺ کے لیے نہیں تھی اس وقت تک آپ ﷺ نے کیا کیا؟ سورۃ الضحیٰ میں اللہ ربّ العزت نے کتنی خوبصورت بات بتائی:

''ہم نے آپ کو ناواقفِ راہ پایا پھر آپ کی رہنمائی کی''۔ (الضحیٰ:7)

یہ ناواقفیت کا دور ہے، 40 برس کا دور، براہِ راست رہنمائی نہیں ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل کیسا ہے؟ آج کے رہنمائی پانے والوں سے ہزاروں گنا اچھا۔ آپ ﷺ کی کمائی کن کے لیے لگتی ہے؟ فقراء کی دستگیری کے لیے، بیواؤں کی خدمت کے لیے اور آپ ﷺ اپنی تجارت کو کیسے چمکاتے ہوئے نظر آتے ہیں؟ حسنِ معاملہ سے۔ آپ ﷺ تجارتی معاملات میں دیانت دار بھی تھے، امانت دار بھی تھے اور حسنِ معاملہ کرنے والے تھے، آپ ﷺ کسی کے ساتھ زیادتی کا رویہ اختیار کرنے والے نہیں تھے۔

اسی طرح نبوت کے بعد کی زندگی کو ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو آپ ﷺ کے لیے تجارت کرنا تھوڑا مشکل ہو گیا اور مشکل کیوں ہو گیا؟ نبوت کی ذمہ داریاں ہی اس نوعیت کی تھیں کہ اگر آپ ﷺ تجارت کرتے رہتے تو وہ ذمہ داریاں کیسے پوری کرتے؟ اس دور میں کون سی چیز آپ ﷺ کے کام آئی؟ آپ ﷺ کے بچے تھے، گھر تھا، آپ ﷺ کی بیوی تھیں اور آپ ﷺ کی تجارت رفتہ رفتہ ختم ہوتی جا رہی تھی۔ جب تجارت ختم ہوئی تو آپ ﷺ کے کام کون سا مال آیا؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے مشن پر اپنا روپیہ، اپنی کمائی لٹائی، جو کچھ ان کے پاس تھا انہوں نے وہ سب دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ اس دور میں آپ ﷺ جو تجارت کرتے تھے آہستہ آہستہ مکہ کے آخری دور میں اس کی نوبت کہاں تک پہنچی؟ کہ آپ ﷺ اتفاقی طور پر کوئی تجارت کر لیتے تو کر لیتے ورنہ آپ ﷺ کا باقاعدہ بزنس کا سلسلہ تو ختم ہو گیا۔

پھر آپ ﷺ کے کام اور کیا چیز آتی تھی؟ کبھی کبھار لوگوں کے دیئے ہوئے ہدیے لیکن ہدیے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ بڑے خود دار واقع ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کو جب کبھی کوئی ہدیہ دیتا تو آپ ﷺ اسے کسی نہ کسی طرح اپنی استطاعت کے مطابق ضرور لوٹاتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنی استطاعت کے مطابق ہدیے کو لوٹایا تو اس موقع پر ایک شخص نے بُرا منایا تو آپ ﷺ نے آئندہ کے لیے یہ طے کر لیا کہ میں کچھ قبائل مثلاً قبیلہ دوس اور قبیلۂ قریش کے علاوہ آئندہ کسی سے ہدیہ قبول نہیں کروں گا کہ اگر مجھے کوئی ہدیہ دیتا ہے تو مجھ سے لینے پہ کیوں تیار نہیں ہوتا؟

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ جو misconception ذہن میں ہے کہ نبی ﷺ شاید پوری زندگی صرف ہدیوں پہ ہی گزارہ کرتے رہے یہ غلط فہمی ہے۔ آپ ﷺ نے ان ہدیوں کے بارے میں کیا مؤقف اختیار کیا؟ ایک ہاتھ سے اگر آپ ﷺ کے پاس آرہا ہے تو دوسری طرف سے سب کچھ نکل رہا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کے گھریلو اُمور کی نگرانی کرنے والے تھے کہتے ہیں کہ مجھے قرض لینا پڑتا تھا کیونکہ آپ ﷺ کسی مقروض کی مدد کرنا چاہتے تھے، دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے کوئی کام کرنا چاہتے تھے یا کسی درماندہ کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔ پھر میں قرض لیتا اور آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق عمل کیا کرتا تھا۔ یوں ہم دیکھتے ہیں کہ گھریلو اُمور کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے جو چیز اپنے لیے طے کر رکھی تھی وہ کیا تھی؟ کہ آپ ﷺ محروم طبقات کی خدمت کیا کرتے تھے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق وسیع نہیں تھا۔

آپ ﷺ کی ذاتی معیشت کے حوالے سے اگر ہم دیکھیں تو ہمیں حدیث اور سیرت کی کتابوں سے زیادہ وضاحت نہیں ملتی۔ اس سلسلے میں آپ کے سامنے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت رکھنا چاہتی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس کسی نے ہم پر احسان کیا ہے ہم نے اس کا بدلہ پورا کر دیا ہے سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کہ ان کا مجھ پر احسان باقی ہے جس کا بدلہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔ سن لو کہ تمہارا ساتھی اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے، اس کی دوستی انسانوں سے نہیں، خلوت کا ساتھی تو اس نے ربّ کو بنایا ہے۔ اگر دنیا میں دوستی ہوتی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہوتی“۔ (مسلم:6170)

اس روایت کے حوالے سے جو چیز ہمارے سامنے آ رہی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشتر اخراجات خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مالی معاملات حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے توسط سے طے ہوتے تھے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کسی آدمی کا مجھ پر ابو بکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ احسان نہیں ہے، انہوں نے اپنے مال اور جان سے میری مدد کی اور اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دیا“۔ (العبقریہ:240)

یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات ہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد رکھے۔ اسی طرح امام بخاری نے مناقب ابی بکر میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن تم نے مجھے جھوٹا کہا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی، انہوں نے مجھے سچا کہا، اپنے مال اور اپنی جان سے میری خدمت کی۔ تم میرے دوست کو ستانا چھوڑتے ہو یا نہیں“؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد کسی نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کبھی نہیں ستایا۔

(بخاری:3661)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دور مکہ میں گزارا وہ بڑا ہی کٹھن دور تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ

ﷺ کے ساتھیوں پر ایذاؤں کا میدان اتنا گرم کیا گیا کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اسلام کی پہلی شہید خاتون کہلائیں۔ یہ صورتحال تھی اس دور کی جس میں آپ ﷺ نبوت کا پیام لے کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا معاشی مقاطعہ کیا گیا۔ جن دنوں آپ ﷺ شعب ابی طالب میں محصور تھے، آپ ﷺ کی کیفیت کیا تھی؟ آپ ﷺ کے ساتھیوں کی کیفیت کیا تھی؟ کسی قسم کی تجارت، کاروبار یا معاشی جدوجہد کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ مکی زندگی کے حوالے سے ہمیں یہ بھی ملتا ہے کہ کبھی کبھار آپ ﷺ غلے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ اس طرح پتہ چلتا ہے کہ صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی کمائی پہ گزارا نہیں تھا، آپ ﷺ کبھی casually تجارت بھی کر لیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے انسان تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے مشن پر اپنا مال لگایا۔ یہ تھی مکی دور کی صورتحال۔

مدنی دور کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال تقریباً تین برس پہلے سے ہو چکا تھا اور ان کی پونجی بھی ختم ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ کی فیملی کی گزر اوقات بڑی مشکل سے ہوتی تھی اور آپ ﷺ کے گھرانے میں فاقوں کی نوبت رہا کرتی تھی۔

آپ ﷺ چونکہ دن رات اسلام کو پھیلانے میں مصروف رہا کرتے تھے اس لیے اب تجارت کرنا ناممکن ہو گیا تھا تو مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں آپ ﷺ نے عسرت بھری زندگی گزاری، ذاتی کاروبار نہ کر پائے، انفرادی اور اجتماعی جدوجہد نہ ہو سکی۔ آپ ﷺ کے گھرانے کے حالات کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے روشنی پڑتی ہے، فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ جب مدینہ آئے تو آلِ محمد ﷺ نے مسلسل تین راتیں

گندم کا کھانا نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے''۔

(مسلم:7443)

یعنی آپ ﷺ کی مدنی زندگی مشکلات بھری زندگی تھی۔اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، انہوں نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا:

''میرے بھانجے!لوگ دومہینوں میں تین چاند دیکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں سلگتی تھی''۔

عروہ نے کہا:''میں نے پوچھا:''پھر زندگی کس طرح گزرتی تھی''؟

انہوں نے کہا:''کھجوروں اور پانی سے مگر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے چند انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم تھے جو رسول اللہ ﷺ کو دودھ کا ہدیہ بھیجتے تھے اور آپ ﷺ وہ ہمیں پلا دیا کرتے تھے''۔(مسلم:7452)

یہ رسول اللہ ﷺ کا گزر بسر کا طریقۂ کار تھا، انتہائی سادہ، جو کچھ میسر ہے اسی پر قناعت کا طریقۂ کار۔آپ ﷺ کا گھرانہ ایسا تھا جہاں پر اگر ہدیہ آتا تھا تو آپ ﷺ ہدیے کا بدلہ ضرور دیا کرتے تھے اور اس حوالے سے آپ ﷺ نے فرمایا:

''باہم ایک دوسرے کو ہدیے بھیجو کیونکہ یہ دلوں کے بغض کو دور کرتے ہیں''۔

(مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب العطایا)

ایک دفعہ بنی فزارہ کے ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک اونٹنی کا ہدیہ بھیجا۔آپ ﷺ نے اس کو بھی صلہ میں کچھ دیا یعنی کوئی ہدیہ دیا تو اس شخص نے برا محسوس کیا۔اس نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لوٹا دیا ہے تو آپ ﷺ منبر پر چلے گئے اور خطاب فرمایا:

''تم لوگ مجھے ہدیہ دیتے ہو، میں اپنی استطاعت کے مطابق جو کچھ ہوتا ہے دیتا ہوں اور تم ناراض ہو جاتے ہو۔آئندہ میں قریش، انصار، ثقیف

اور دوس کے سوا کسی قبیلے کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا"۔ (الادب المفرد: 18)

یعنی جو مجھ سے واپس لیتے ہیں ان کا ہدیہ تو میں قبول کرلوں گا لیکن جو مجھ سے واپس نہیں لیتے ان کا قبول نہیں کروں گا۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ہدیے کو مستقل معاشی سہولت قرار نہیں دیا جاسکتا کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بس صرف یہ ہدیے ہی کام آیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ کے باہر ایک قافلہ آ کر ٹھہرا۔ آپ ﷺ قریب سے گزرے، ایک سرخ اونٹ کی قیمت پوچھی، مالک نے اونٹ کی قیمت بتا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کا سودا کیا اور اونٹ کو اپنے ساتھ لے آئے۔ لوگوں نے اونٹ کے مالک سے کہا: یہ تم نے کیا کیا؟ یہ شخص بھلا کیسے تمہیں تمہارا سرمایہ لا دے گا؟ اگر وہ واپس نہ آیا پھر کیا ہوگا؟ اس پر ایک خاتون بولی: یہ چہرہ کسی جھوٹے انسان کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک ایسا شخص ہے جو اپنے وعدے کو ضرور پورا کرے گا" اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے نہ صرف یہ کہ قیمت بھجوائی بلکہ کھانے کے لیے کھجوریں بھی بھجوائیں، ان کے کھانے پینے کا بھی انتظام کیا۔

(دار قطنی، کتاب البیوع: 85/3)

رسول اللہ ﷺ کی یہی شان تھی کہ آپ ﷺ بدلے میں ہمیشہ بڑھ کر دینے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

پھر آپ ﷺ کی مدنی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں سب سے زیادہ جس چیز نے کردار ادا کیا، وہ تھا مالِ غنیمت میں سے خُمس، پانچواں حصہ۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں سورۃ الانفال میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (الانفال:41)

''تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول، رشتہ دار، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو فیصلے کے روز یعنی دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ کے دن ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تھی تو یہ حصہ بخوشی ادا کر دو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔

یہ مالِ غنیمت کی تقسیم کا اُصول بتایا گیا۔ قرآنِ حکیم نے مالِ غنیمت کو انفال قرار دیا۔ جنگ کے سلسلے میں یہ ایک بڑی انتظامی اصطلاح تھی۔ پہلے جنگ کے دنوں میں جس کے پاس جو مال آجاتا وہ اس پر قبضہ کر لیتا لیکن ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس ایک سوئی ہے یا دھاگہ ہے سب کچھ لا کر رکھ دو۔ معاشی زندگی میں یہ بات سب سے زیادہ سمجھنے کے لائق ہے کہ جہاں پر اجتماعی اُمور چل رہے ہوتے ہیں وہاں پر علیحدہ علیحدہ گروپ کی شکل میں نہیں بلکہ جو کچھ بھی ہو، اسے ایک pool میں جمع کیا جائے اور ایک pool سے ہی اسے تقسیم کیا جائے کیونکہ اسی سے اعتماد کی فضا قائم ہو سکتی ہے اور اسی سے انصاف ہو سکتا ہے بصورتِ دیگر یہ انصاف نہیں ہو سکتا۔

یہ پانچواں حصہ جو اللہ کے رسول ﷺ کے لیے مختص تھا، اس حصے کو رسول اللہ ﷺ کیسے استعمال کرتے تھے؟ آپ ﷺ کی معیشت کا انحصار یہ پانچواں حصہ تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کے لیے ایک سہولت رکھ دی گئی۔ آپ ﷺ اپنی مرضی سے اس حصے میں سے غرباء کی مدد کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اپنی معاش کا انتظام بھی اسی حصے سے کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے خمس میں سے ہی اپنی ازواج اور اپنی اولاد کا حصہ رکھا۔

خاندانِ نبوت کے جو فقراء تھے ان کو بھی اسی حصے میں سے ملا۔

رسول اللہ ﷺ کی معیشت کے حوالے سے یہ خاص بات ہمیں نظر آتی ہے کہ گھر میں جو مال بھی آئے گا وہ کس کے لیے لگے گا؟ صرف اپنے گھر کے لیے نہیں لگے گا چاہے گھر میں ایک کھجور موجود ہے۔ مثلاً عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا روزہ ہے اور اپنی بھی ضرورت ہے لیکن اگر کوئی ضرورت مند دروازے پہ آ گیا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی ضرورت پر دوسرے فرد کی ضرورت کو ترجیح دیتی ہیں۔

خاندانِ نبوت کا طرزِ عمل کس طرح معاشرے کے اندر بھی پروان چڑھتا ہے۔ بات ہمیشہ اوپر والوں کی ہوتی ہے، ان کی طرف سے جس طرح کا عملی نمونہ پیش کیا جائے، نیچے والوں میں بھی اسی طرح کی باتیں دَر آتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے گھر کی خواتین نے جب ایثار کیا تو جس خاتون نے وہ کھجور لی، اس نے اپنی بچیوں کے لیے دو حصے کیے اور یوں اس نے مزید ایثار کیا، ایک حصہ ایک بچی کو دے دیا اور دوسرا حصہ دوسری بیٹی کو دے دیا۔ (بخاری) دو خواتین اور دونوں نے ایثار کیا۔ یہ ایثار کس سے سیکھا؟ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، جو غرباء اور فقراء کی مدد کرتے ہیں، جو اپنے مال میں ان کا حصہ سمجھتے ہیں کہ اگر پاس موجود نہیں بھی ہے تو قرض لے کر بھی ان کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے خرچ کرنے کا طریقۂ کار دیکھنا چاہیں تو آپ ﷺ اپنی ضروریات پر غرباء کی ضروریات کو Preference دیتے تھے اور اس حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک معیار مقرر کیا اور آپ ﷺ کے جہان سے جانے کے بعد جو مسائل پیدا ہوئے ان کو بھی اس standard کے مطابق حل کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے لیے جائیداد میں سے کیا چیز مختص تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ کے تین ذرائع تھے: بنونضیر، خیبر اور فدک۔ بنونضیر کا مال نبی ﷺ کی ضروریات کے لیے مقرر تھا جسے مسلمانوں کی ضیافت، مجاہدوں کے ہتھیار اور سواری وغیرہ کے لیے کام میں لایا جاتا تھا''۔ (ابن کثیر)

اب یہ تقسیم در تقسیم ہے کہ بنونضیر میں سے جو مال آپ ﷺ کے لیے مختص تھا، اس میں پہلی چیز مجاہدین کے لیے ہتھیار اور سواری وغیرہ کا انتظام تھا، دوسری چیز مہمانوں کی ضیافت تھی اور تیسرے نمبر پر نبی ﷺ کی ضروریات۔ جو فدک سے حاصل ہوتا تھا وہ محتاج مسافروں کے لیے تھا۔ (ابوداؤد کتاب الخراج والفے)

یہ اللہ کے رسول ﷺ کی تقسیم ہے کہ ایک ذریعے سے حاصل ہونے والی آمدنی مخصوص مقصد کے لیے ہے اور دوسری جگہ کے ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی دوسرے مقصد کے لیے اور اس میں بھی آپ دیکھیں ذاتی ضروریات اتنی کم اور معاشرتی مصالح یا معاشرے کی خدمت کے لیے آپ ﷺ کی طرف سے کتنا بڑا حصہ مختص تھا۔

اسی طرح خمس کے مال کو رسول اللہ ﷺ نے تین حصوں میں تقسیم کیا تھا: دو حصے مسلمانوں کے لیے اور ایک حصہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کے لیے۔ جو آپ ﷺ کے اہل و عیال سے بچ رہتا وہ کہاں جاتا تھا؟ اس کو آپ ﷺ محفوظ نہیں رکھتے تھے بلکہ فقراء اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا مالی نقطۂ نظر:

مالی نقطۂ نظر کے حوالے سے اب ہم جائزہ لیں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ہم نے کیسا رویہ رکھنا ہے؟ یعنی ایک طرف اللہ کے رسول ﷺ کی ذات نمونہ ہے اور دوسری طرف ہماری ذات ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا مالی نقطۂ نظر کیا تھا؟

پہلی بات یہ کہ آپ ﷺ مال کو محبوب نہیں رکھتے تھے، ان کی زندگی سے مال کی محبت نہیں ملتی۔

دوسری بات یہ کہ مال جمع کرنے کی خواہش بھی نہیں تھی۔ جو بچ رہتا تقسیم کر دیتے تھے۔ ایک بار آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور اقامت کے بعد تیزی سے اپنے گھر چلے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتظار میں تھے کہ آپ ﷺ ابھی نماز کراتے ہیں اور آپ ﷺ گھر سے واپس آئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ مجھے یہ خطرہ لاحق تھا کہ جو تین درہم یا تین دینار گھر میں پڑے ہیں کہیں وہ پڑے نہ رہ جائیں اور میں ان کو اپنے گھر میں رکھ کر اپنے باقی معاملات کو ادا نہیں کرنا چاہتا۔ (بخاری فرض الخمس) رسول اللہ ﷺ کو جب یہ پتہ چلتا تھا کہ کچھ بھی ضرورت سے زائد ہے تو آپ ﷺ اسے خرچ کر ڈالتے تھے۔

تیسرا رویہ جو ہمارے سامنے ہے جس کے ذریعے ہم نے اپنی ذات کا رسول اللہ ﷺ کی ذات سے موازنہ کرنا ہے، وہ یہ کہ آپ ﷺ کا رویہ مال کو لٹانے کا رویہ تھا۔ یہ رویہ تو آج کی سوسائٹی کے مسلمانوں کا بھی ہے لیکن کہاں لٹانے کا؟ آج کا مسلمان لٹاتا ہے اپنی ضروریات پر، اپنے بچوں کی ضروریات پر، اپنے گھر پر، اپنی تقاریب میں، اپنے لباس کے لیے، بزنس کو بڑھانے کے لیے لیکن مال لٹانے کا رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ کار کیسا ہے؟ رشتہ داروں کے لیے لٹاتے ہیں، حاجت مندوں کے لیے لٹاتے ہیں، مسافروں کے لیے لٹاتے ہیں، دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے، دین کی حفاظت کے لیے، مجاہدین کے لیے لٹاتے ہیں، ان کی سواری کے لیے، ان کے اسلحے کے لیے۔

یہ تین چیزیں ہیں جن سے ہم نے اپنا موازنہ کرنا ہے کہ مال کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر کیسے تبدیل ہونا چاہیے؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ مال کو محبوب نہیں رکھنا، دوسری بات یہ کہ مال کو جمع کرنے کی خواہش بھی نہیں رکھنی، تیسری بات یہ کہ اگر مال خرچ کرنا ہے تو اپنی

ضروریات کے ساتھ ساتھ بڑی مدّات کون سی ہیں؟ رشتہ دار، حاجت مند، یتیم، مسکین۔

اس کے علاوہ وہ خوبیاں جو ہم معاشی میدان میں رسول اللہ ﷺ کے اندر دیکھتے ہیں وہ یہ کہ آپ ﷺ کے اندر بخل نہیں تھا، آپ ﷺ نے بخیلی کو اپنی ذات میں کہیں جگہ نہیں پکڑنے دی۔ بخل ہے کیا؟ کہ ایک انسان مال خرچ کرنے سے گریز کرے، پہلے دوسروں پر اور پھر اپنے اوپر بھی اور اللہ تعالیٰ نے ایسے فرد کے بارے میں جو بخیلی کا راستہ اختیار کرتا ہے فرماتے ہیں:

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى

''وہ شخص جس نے بخیلی اختیار کی، بے پرواہی کی اور بھلائی کو جھٹلایا تو اس کو ہم مشکل راستے کی طرف رہنمائی دیں گے''۔ (اللیل:8-10)

یعنی وہ پھر ایسے راستے کی طرف چلے گا جہاں اس کے لیے دین پر چلنا مشکل ہو جائے لیکن جو مال لگاتا ہے، اس کے لیے اللہ ربّ العزت کی طرف سے دین کے راستے پر چلنا کتنا آسان ہو جاتا ہے۔ نیکی کرنے کے لیے معاشی نقطۂ نظر تبدیل کرنا بے حد ضروری ہے۔ جس کا مال کے بارے میں نقطۂ نظر تبدیل نہیں ہوتا وہ نیکی کے میدان میں آگے بڑھ ہی نہیں سکتا۔ جب تک جو کچھ ہمارے پاس ہے اسے ہم اپنا سمجھتے رہیں گے، اس وقت تک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی کرنے کی پوزیشن میں نہیں آتے۔

اسلام کی پہلی ڈیمانڈ یہ ہے کہ جو تمہارے پاس ہے اسے تم اپنا نہ سمجھو، وہ اللہ کا ہے لہٰذا اسی کو لوٹا دو۔ مثلاً ہم کہتے ہیں ''میرا یہ دل چاہتا ہے''، ''میری مرضی'' جبکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ مرضی تمہاری ہے ہی کہاں؟ اللہ اکبر ''اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے'' اور انسان یہ کہتا ہے ''میرا مال، میرا مال'' حالانکہ مال کس کا ہے؟ جس نے مال عطا کیا۔ اگر مرضی اپنی سمجھی، مال اپنا سمجھا اور اپنی ہر چیز پر اپنا اختیار سمجھا تو اب نیکی کی کوئی گنجائش نہیں، door close ہو

گیا۔آپ دیکھ لیجئے کہ قرآن سے فائدہ اٹھانے والوں کی پہلی خصوصیات کیا ہیں؟سب سے پہلے غیب پرایمان لانا،پھرنمازقائم کرنا،صرف پڑھنانہیں بلکہ قائم کرنا۔پڑھنے اورقائم کرنے میں فرق ہےاورانفاق فی سبیل اللہ(اس میں سے جورزق ہم ان کودیتے ہیں وہ خرچ کرتے ہیں۔)مال کے بارے میں ان کانقطۂ نظربدل گیاکہ مال میرانہیں،اللہ تعالیٰ کا دیاہواہے۔یہ ہے نقطۂ آغازتبدیلی کے لیے،اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانے کے لیے۔

رسول اللہ ﷺ کامشن کیاتھا؟کہ معاشرے سے بخل کوختم کردیں اوربخل کے Opposite کیاہے؟اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا۔اسی طرح آپ ﷺ میں جوچیزیں نمایاں نظرآتی ہیں وہ یہ کہ قناعت بہت زیادہ تھی اوردوسری چیزہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ عزم اورہمت سے کام لیتے تھے،مشکل صورتحال میں گھبراتے نہیں تھے،اپنے ہاتھوں کی کمائی کے لیےزیادہ کوشش کرتے تھے۔آپ ﷺ کے اندرخودداری تھی،عزتِ نفس تھی۔عزتِ نفس کوآپ ﷺ نے کبھی دوسروں کے سامنے مجروح نہیں ہونے دیاتھااورآپ ﷺ کاتوکل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پرتھا۔

میں آپ کے سامنے ایک مثال رکھناچاہتی ہوں۔آج کے دورمیں اسلام کے جو علمبردارہیں،ہمارے ہاں آج بھی جس ادارے سے اسلام کی اشاعت کاکام ہورہاہے وہ بنیادی طورمساجدہی ہیں۔مجھےایک بارعیدکی نمازگاؤں میں اداکرنےکااتفاق ہوا۔مجھے ہر چیزہی عجیب عجیب لگ رہی تھی اس لئےنہیں کہ شہری زندگی،دیہات کی زندگی سے مختلف ہے بلکہ اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے طریقۂ کارسے یہ طریقۂ کاربالکل مختلف ہے۔ میں نے دیکھاکہ مسجدمیں عیدکی نمازہورہی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ عیدکی نمازمسجدکی بجائے عیدگاہ میں یاکھلی جگہ پراادافرماتے تھے۔دیہاتوں میں بھلاکھلی جگہوں کاکیامسئلہ

لیکن نماز وہیں مسجد میں ادا کی گئی۔ پھر یہ کہ نماز ایک بار ادا کی گئی، پھر اگلا گروپ آ گیا تو اس کو الگ پڑھائی جا رہی ہے۔ پھر یہ کہ مولوی صاحب الگ پڑھا رہے ہیں اور مولوی صاحب کی بیوی الگ پڑھا رہی ہیں۔ پھر اگلا گروپ آ گیا تو اس کو پڑھا دی گئی، پھر اگلا گروپ اور یہ سلسلہ ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ یہ تو ایک تقریب ہے جس میں سارے مسلمانوں نے ایک ہونا ہے، ایک چھوٹے سے دیہات میں کیسے مسلمانوں کی Unity کو پارہ پارہ کر دیا گیا۔

میں نے ایک خاتون سے سوال کیا کہ مولوی صاحب کی بیوی کتنا پڑھی ہوئی ہیں؟ انہوں نے اسلام کے بارے میں کیا پڑھا ہے؟ کہتی ہیں کہ ہمیں باقی کچھ تو پتہ نہیں ہے لیکن ہمیں یہ پتہ ہے کہ نماز پڑھتی ہیں۔ میں نے کہا: کیا ہر سال اسی طرح سے ہوتا ہے؟ عید کی نماز اسی طرح ہوتی ہے؟ کہتی ہیں: ہاں جی اسی طرح ہوتا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ نماز ایک بار ہی کیوں نہیں ہوتی؟ کہتی ہیں کہ مولوی صاحب نے پہلی بار ایسا کرنے کی کوشش کی تھی تو لوگوں نے کہا کہ سال بھر آپ لوگوں نے کھانا پینا کہاں سے ہے؟ آپ کے گھر کی گندم کی ذمہ داری تو ہماری ہے، آپ کو جو کچھ مہیا کرنا ہے وہ ہم نے کرنا ہے اور آپ یہاں پر اپنی مرضی کرو گے؟ یہاں پر جو کوئی جس وقت بھی آئے گا، آپ نے اس کی مرضی کی پابندی کرنی ہے۔

میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا یہ پہلو خاص طور پر اسی حوالے سے highlight کرنا چاہتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ خوددار تھے۔ آپ ﷺ ایسے شخص کا ہدیہ بھی قبول کرنا نہیں چاہتے تھے جو اس کا بدلہ نہ لے اور آپ ﷺ کی معیشت کا انحصار صرف لوگوں کے دیئے ہوئے مال پر نہیں تھا۔ آپ ﷺ ہمیشہ اپنی عزتِ نفس کو برقرار رکھتے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کئی کئی دن کا فاقہ کرتے تھے، آپ ﷺ کے گھر کی خواتین بھی فاقے کرتی تھیں اور مدینہ میں آ کر انحصار کس پر ہے؟ کبھی جو دودھ مل جاتا وہ پی لیتے

ورنہ کھجوریں اور پانی اور کبھی وہ بھی نہیں۔آپ ﷺ حتی المقدور اپنی عزتِ نفس کو محفوظ رکھتے تھے۔آج دین کے پھیلاؤ میں جو سب سے بڑی رکاوٹ ہے،وہ دین پھیلانے والوں میں عزتِ نفس کا فقدان ہے۔لوگ عزتِ نفس کا خیال نہیں رکھتے اور اپنی معیشت کے لیے ہمیشہ دوسروں کی جیب پر نظر رکھتے ہیں۔جب انسان اپنی ذات کے لیے دوسروں کی جیب پر نظر رکھتا ہے تو اُسے دینے والے کی مرضی کی پابندی کرنی ہی پڑتی ہے اور اسلام کسی کا پابند ہو کر رہنے والا دین نہیں ہے۔اسی وجہ سے معاشی طور پر اس چیز کو پیشِ نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

لیکچر کے بعد حاضرین کے تاثرات

طالبہ: جو اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے وہ بھی بخل کرتا ہے اور بخل کو دور کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں گے تو دل سے مال کی محبت کم ہوگی اور دوسروں کے لیے بھی خرچ کرنے کی توفیق ہوگی۔ نبی ﷺ کی خوبصورت خصوصیت کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے تھے، کچھ نہ ہونے کے باوجود بھی اور سب کچھ دے دینے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ پر توکل۔ لہٰذا ہم نے یہ سیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا ہے، کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا اور بخل کو اپنے اندر سے ختم کرنا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

طالبہ: مجھے جو بات اچھی لگی اور اس پر مجھے خود سے شرم بھی آرہی تھی وہ یہ کہ نبی ﷺ مسجد سے نکلے ہیں کیونکہ یاد آگیا کہ گھر میں تین درہم پڑے ہیں، فوراً گھر پہنچے کہ انہیں میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دوں تو میں بھی اسی سوچ میں پڑ گئی کہ یا اللہ! میرے گھر میں جتنے پیسے ہیں میں نے جاتے ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دینے ہیں یعنی میں نے بھی تو اکٹھے کر کے رکھے ہوئے ہیں، اب وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دینے ہیں۔

استاذہ: میں آپ سب سے سوال یہ کرنا چاہتی ہوں کہ نبی ﷺ کی ذات کو دیکھ کر اب کیا یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟ جیسا کہ ابھی معاشی اُسوہ کو دیکھا، میں

نے ان کی ذات کے حوالے سے سادہ سی گفتگو سامنے رکھی کہ رسول اللہ ﷺ کا زندگی میں کیا طرزِ عمل تھا؟ اور اپنی ذاتی زندگی میں ہمیں کیسا طرزِ عمل رکھنا ہے؟ خودداری اور عزتِ نفس اور دوسری چیز ہے قناعت۔ قناعت بہت بڑی دولت ہے۔ ھل من مزید والا سلسلہ زندگی میں جاری رہتا ہے اور خاص طور پر خواتین کی طرف سے، خواتین کی وجہ سے ہی شوہر غلط ذرائع سے آمدنی حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح سے تیسری اہم بات توکل علی اللہ ہے۔ عموماً اللہ تعالیٰ پر بھروسے والی بات بہت متاثر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے جس جس کو اپنی معیشت کا کفیل سمجھتے ہیں یا یہ سمجھتے ہیں کہ اسی کے توسط سے ہمیں روزی مل رہی ہے مثلاً جو جس ڈیپارٹمنٹ میں جاب کر رہا ہے تو باس کے ساتھ بنا کر رکھنی ہے کیونکہ وہ روزی کا کفیل ہے اور اگر بگڑ گئی تو اس نے پھر اگلے سارے معاملات خراب کر دینے ہیں لہٰذا توکل اللہ تعالیٰ کی ذات کے بجائے کسی اور چیز پر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بزنس کے میدان میں دیکھیں کہ لوگ کس کو خوش کرتے ہیں؟ انکم ٹیکس آفیسرز کو اور اسی طرح انٹرنیشنل level پر جو لوگ رکاوٹیں کھڑی کرنے والے ہیں، ان کو خوش کرنے کی کوشش کس حوالے سے ہوتی ہے؟ کہ اگر ان کو خوش نہ کیا تو پھر ہماری معیشت کا ذریعہ متاثر ہو جائے گا۔ توکل کی بات بہت زیادہ اہم ہے۔ توکل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے تو کمانا حلال ہے اور حرام ذریعے سے نجات حاصل کرنی ہے خواہ اس میں نقصان ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نقصان سے بھی بچائیں گے اور اپنی تعلیمات پر اور اپنے نبی ﷺ کے اُسوہ کی تعمیل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کا معاشرتی اُسوہ

رسول اللہ ﷺ کے معاشرتی اُسوہ کے حوالے سے پہلی چیز 'عظمتِ انسان' ہے۔

1۔ عظمتِ انسان:

جب ہم عظمتِ انسان کی بات کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شاید یہ بات ہمیشہ سے established ہے کہ انسان اسی طرح سے لائقِ عزت وتکریم سمجھا جاتا رہا ہے۔ ماضی میں بھی رسول اللہ ﷺ جس دور میں آئے تھے انسانیت کئی گروہوں اور طبقوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ان کے اندر نسلی فسادات ہوتے تھے۔ اسی طرح وہ لوگ مالی طور پر بھی طبقات میں بٹے ہوئے تھے۔ مفادات کی بناء پر گروہ وجود میں آئے ہوئے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ ساری تفریق ختم کی اور اسی حوالے سے ربّ العزت نے یہ واضح کیا۔

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

(الحجرات:13)

''ہم نے تمہیں مختلف قومیں اور خاندان بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرسکو۔ اللہ تعالٰی کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت دار وہی ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیز گار ہے''۔

نہ تو ذات پات کی بنیاد پر کوئی بڑا ہے، نہ اپنے مال کی بنیاد پر بڑا ہے، نہ کسی مخصوص علاقے کی بناء پر کوئی بڑا رہ گیا ہے اور اقبال کہتا ہے:

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا ، نہ کوئی بندہ نواز

مسلمانوں کے اندر جو تبدیلی آئی وہ کس نوعیت کی تھی؟ کہ تمام تر تفریقات کو ختم کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے تعلق کے حوالے سے دو گروہ بنا دیئے گئے۔ جن کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق ہے وہی گروہ اشرف ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ذات سے غیر متعلق ہے وہ سب سے نکما گروہ ہے۔ یہ بے تعلق لوگ ہیں۔ اللہ ربّ العزت نے اس عزت و تکریم کے بارے میں فرمایا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل: 70)

''ہم نے بنی آدم کو عزت و تکریم عطا کی''۔

اسی طرح انسان کے بارے میں ربّ العزت نے فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین: 4)

''ہم نے انسان کو بڑے ہی خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع میں یہ ارشاد فرمانا:

''کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، نہ کسی گورے کو کالے پر سوائے تقویٰ کے''۔ (مسند احمد)

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے''۔ (سیرۃ 55,54/4)

یعنی تمہاری اصل تو مٹی ہے۔ فخر کس بات کا؟ غرور کس بات کا؟ آپ ﷺ نے

فرمایا:

''اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے غرور اور آباء پر فخر کرنے کو دور کر دیا۔ لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں''۔ (سیرۃ:54/4)

اسی طرح ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ مٹی سے بننے والے آدم کے مابین کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ لوگوں کے مابین رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کوئی تفریق نہیں تھی۔ حبشہ سے تعلق رکھنے والے بلال حبشی رضی اللہ عنہ، روم سے تعلق رکھنے والے صہیب رومی رضی اللہ عنہ اور فارس سے تعلق رکھنے والے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، تینوں کا status ایک ہی تھا، کوئی فرق نہیں تھا کہ کون کس علاقے سے تعلق رکھتا ہے؟ آج کے اس دور کی بھاگتی دوڑتی زندگی میں کل کے اس تاریک دور کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا جہاں پر ایک علاقے کے لوگ تو اپنے آپ کو قابلِ فخر سمجھتے ہیں اور دوسری قوموں کو اپنے سے حقیر سمجھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے اس کے لیے بہت زیادہ وعظ نہیں دیئے، آپ ﷺ نے قرآنِ حکیم کے توسط سے نصیحت کی۔ بنیادی بات جو ہمیں آپ ﷺ کی زندگی سے نظر آتی ہے وہ آپ ﷺ کا ذاتی نمونہ تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی ذات سے مثال پیش کی اور اپنے معاشرے کے اندر کوئی اونچ نیچ روا نہیں رکھی جس کی وجہ سے آئندہ دنوں میں مسلمانوں کو آپ ﷺ کی زندگی سے بہترین نمونہ ملا۔

عظمتِ انسان کے حوالے سے ایک اور بات توجہ طلب ہے۔ اگر معاشرتی اعتبار سے دیکھیں تو سب ایک ہیں، انسانی حقوق کے اعتبار سے دیکھیں تو سب ایک ہیں۔ افریقہ میں رہنے والے، روم میں رہنے والے اور اسی طرح عرب میں رہنے والے کسی باشندے کے درمیان Human Rights کے حوالے سے کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک علاقے میں رہنے والوں میں سے کسی کو پہلے درجے اور کسی کو تیسرے درجے کا شہری قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ سب ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں، اللہ تعالیٰ سے تعلق میں جو جتنا آگے ہے، وہ اتنا

زیادہ عزت وتوقیر کے قابل ہے۔آپ خواہ جوتے گانٹھنے والے ہوں یا انٹرنیشنل بزنس کرنے والے ہوں، اللہ تعالیٰ کی نظروں میں سب برابر ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ ''ہنرمند (ہاتھ سے روزی کمانے والا) اللہ تعالیٰ کا دوست ہے''۔

جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں کیسے چھوٹا ہوسکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی سوسائٹی میں بھی ترجیحی سلوک ہوتا تھا اور ترجیحی سلوک ہمارے یہاں بھی ہوتا ہے۔ سوسائٹی کے کتنے گروہ ہیں؟ کوئی VIP کلاس ہے اور کوئی VVIP کلاس ہے۔ان کے لیے ہر جگہ enclosures بھی different ہیں، جانے کے راستے فرق، آنے کے راستے فرق لیکن اگر آپ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دیکھیں کہ ترجیحی سلوک کس بنیاد پر ہوتا ہے؟ صلاحیت کی بنیاد پر۔جس کے اندر جتنی صلاحیت ہے اسی حساب سے اس کو ذمہ داری تفویض کی جاتی تھی اور بڑی بات کیا ہے؟ تقویٰ، اللہ تعالیٰ کا خوف۔جس کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف زیادہ ہے، اس کو اسی لحاظ سے کوئی نہ کوئی عہدہ تفویض کیا جاتا تھا یا کوئی ذمہ داری دی جاتی تھی۔

2۔معاشرتی روابط [social cotacts]

معاشرتی اُسوہ میں دوسری بات معاشرتی تعلقات کی ہے یعنی سماجی رابطہ۔دنیا کی بڑی بڑی شخصیات کے بارے میں لوگوں نے کتابیں لکھیں مثلاً رابرٹ کی کتاب ہے ''سو بڑے آدمی'' جس میں اس نے سو بڑے انسانوں کے حوالے سے لکھا۔اس کی کتاب میں سب سے پہلی شخصیت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔

آپ شخصیات کا مطالعہ کرنا چاہیں مثلاً سکندرِ اعظم کو، نمرود کو، فرعون کو، انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی سیاست دان کو دیکھنا چاہیں، کسی سائنس دان کو دیکھنا چاہیں، زندگی کے کسی feild میں نام پیدا کرنے والوں کو دیکھنا چاہیں، ایک چیز مشترک نظر آتی ہے کہ اپنے آپ کو

دوسروں سے نمایاں اور ممتاز رکھنا ہے، ان کے ساتھ گھل مل کر نہیں رہنا اور اس حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ دین کے راستے پر آئے تو ترکِ دنیا اختیار کر لی۔ گوتم بدھ نیپال کا رہنے والا تھا، محلات میں پروان چڑھنے والا لیکن اس نے انسانوں کے ساتھ ہمدردی محسوس کی۔ ایک جھکی ہوئی کمر والے، ضعیف انسان کو دیکھا اور ایک بیمار کو دیکھا، انسانی ہمدردی کے جذبات دل میں اتنے پیدا ہوئے کہ بجائے انسانیت کی خدمت کرنے کے جنگل میں چلا گیا۔ یہ زندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ کہ دنیا ترک کر کے وہاں چلے جاؤ جہاں پر نروان حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنا آسان ہو جائے۔ اسلام تو ایسے تعلق کی اجازت نہیں دیتا کہ انسان دنیا سے لاتعلق ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ** ''اسلام میں رہبانیت کا کوئی تصور نہیں''۔

پھر اسلام زندگی کے بارے میں کس طرح کا تصور پیش کرتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دیکھیں تو آپ ﷺ کا سماجی رابطہ ہمیں بڑا مضبوط نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ عوامی حلقوں سے بہت زیادہ مربوط تھے، چاہے کوئی غیر مسلم ہے یا مسلمان۔ ایک یہودی کا بچہ بھی بیمار ہوتا ہے تو آپ ﷺ اس کی خبر گیری کو پہنچتے ہیں اور ایک مسلمان کی خبر گیری کے لیے بھی اسی طرح آپ ﷺ اس کے پاس پہنچتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کا عوامی رابطہ بڑا مضبوط تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو اس خاتون کے بارے میں کتنی فکر لاحق ہوئی تھی جو آپ ﷺ پر کوڑا پھینکا کرتی تھی جب اس نے ایک دن آپ ﷺ پر کوڑا نہیں پھینکا، پتہ چلا کہ بیمار ہو گئی ہے تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اسی طرح مسجدِ نبوی میں ایک خاتون جھاڑو لگاتی تھی، صفائی کرتی تھی۔ ایک دن وہ دکھائی نہیں دی تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ آج وہ خاتون نظر نہیں آ رہی۔ لوگوں نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہو چکا۔ کسی نے

آپ ﷺ کو خبر ہی نہیں دی تھی۔ آپ ﷺ نے دوبارہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ یہ آپ ﷺ کی ذات ہے جو ایک ادنیٰ خدمت انجام دینے والے کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مساوات قائم کی۔ آپ ﷺ کا رابطہ کس نوعیت کا تھا؟ آپ ﷺ کی جماعت دراصل مومنین کی جماعت تھی، ان سے تو بڑا ہی خاص رابطہ تھا۔ قرآن تو کہتا ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهُ (الفتح:29)

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں''۔

یعنی آپ ﷺ کے ساتھی، وہ جو آپ ﷺ پر جانیں نچھاور کرنے والے ہیں، آپ ﷺ کے اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ کیسے تعلقات تھے؟ ہم اگر مکہ سے ہجرت کے وقت دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر ایک کو ہجرت کے لیے کہہ دیا تھا کہ مدینہ بھجوا دیا لیکن خود خطرے میں ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ساتھی بہت عزیز ہیں کہ وہ بچ جائیں۔ آپ ﷺ کو یہ گوارا نہیں تھا کہ خود پہلے چلے جاتے اور پیچھے رہ جانے والے لوگ یہ محسوس کرتے کہ اسلامی تحریک کا سربراہ خود تو محفوظ ہو گیا لیکن ہمیں خطرے کے منہ میں ڈال گیا۔

آپ ﷺ کے اپنی جماعت کے لوگوں کے ساتھ تعلقات کو دیکھیں کہ صبح کی نماز کے بعد اکٹھے بیٹھ کر دین کی باتیں بھی ہو رہی ہیں اور خوابوں کی باتیں بھی ہو رہی ہیں۔ اسی طرح دوپہر کو جب ستونِ ابولبابہ کے پاس بیٹھتے تھے تو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے مہاجرین ساتھی خاص طور پر گزرے دنوں کو یاد کیا کرتے تھے کہ جب ہم مکہ میں تھے تو کیسے معاملات تھے، اتنی تکلیفیں ہوا کرتی تھیں لیکن اب ہمیں کتنی سہولتیں میسر آ گئیں۔ آپس میں اسی نوعیت کی بات چیت ہوا کرتی تھی اور انصار بھی ان محفلوں میں شریک ہوتے تھے۔ یہ Public Relationing کا ٹائم تھا، تعلقات کا وقت تھا۔

اسی طرح بچوں کے ساتھ نبی ﷺ کے بڑے عمدہ تعلقات تھے۔آپ ﷺ سلام میں پہل کرتے تھے اور بچوں کے ساتھ خاص طور پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ان کے ساتھ پیار محبت کی بات چیت کرتے تھے اوران کی حوصلہ افزائی بھی کیا کرتے تھے۔آپ ﷺ دوسروں کے دکھ درد محسوس کیا کرتے تھے۔مثال کے طور پر جب آپ ﷺ ایک بار اپنے گھر سے نکلے تو دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہیں،عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ بھی گھر سے نکلے ہوئے ہیں اور سب بھوک سے بے تاب ہیں۔آپ ﷺ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر چلے جاتے ہیں اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تو فدا ہونے کو ہیں،شکر ہے کہ مجھے خدمت کا موقع ملا،فوراً بکری ذبح کرتے ہیں،کھانا تیار ہے اور اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ حصہ نکال کر فاطمہ کو دے آؤ۔کوئی فکر نہیں کہ لوگ کیا کہیں گے!فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے آؤ،بہت دن ہوگئے اس نے اچھا کھانا نہیں کھایا۔(مسلم)

یہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے۔آپ ﷺ اپنی جماعت کے لوگوں کے ساتھ، اپنے گھر کے ساتھ کتنے مخلص تھے۔ان کی عیادت،ان کو تحائف دینا،ان کا خیال رکھنا،اسی طرح جہاں آگے محاذ پر لوگ پہنچ رہے ہیں تو پیچھے رہ جانے والی خواتین کی حفاظت کے لیے کسی نہ کسی کو مقرر کرنا،ان کے معاملات کو اپنے معاملات سمجھنا،یہ آپ ﷺ کے معاشرتی روابط[social contacts] کی وجہ سے تھا۔

اسی طرح آپ ﷺ کے معاشرے کے افراد کے ساتھ تعلق محض اجتماعی نہیں تھا بلکہ شخصی اور ذاتی تعلق تھا۔حقیقت یہ ہے کہ دین کا کام اس وقت تک چلتا ہی نہیں ہے جب تک ذاتی روابط قائم نہ ہو جائیں۔دین کا کام پھیلتا ہی ذاتی تعلقات کی وجہ سے ہے۔جب خوشیاں اور غم شیئر کرنے لگیں،جب تکلف بالکل مٹ جائے،جب بے تکلفی کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس گھروں میں آنا جانا ہو اور جب بے تکلفی کے ساتھ ایک دوسرے کے

معاملات کو شیئر کر رہے ہوں تو دراصل یہی تو اچھے رابطے کی خصوصیت ہوا کرتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کی کامل زندگی کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں، معاشرتی اُسوہ کے حوالے سے دیکھیں تو آپ ﷺ ایک طرف ہمیں خوشگوار گھریلو زندگی بسر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف آپ ﷺ معاشرے میں فکری انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ معاشرتی انقلاب کے لیے آپ ﷺ کی پلاننگ ہے، غور و فکر ہے اور تیسری جہت پر ہم دیکھتے ہیں کہ شب بیداریاں بھی کرتے ہیں، راتوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے جاگتے بھی ہیں، پرسنالٹی کو اللہ تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے اندر سے قوت مل رہی ہے۔ اسی طرح دوسری طرف یہ کہ گھر والوں کے ساتھ خشک مذہبیت کی وجہ سے reserve قسم کے تعلقات نہیں ہیں بلکہ بڑے خوشگوار تعلقات ہیں۔ ہنسی مزاح بھی ہوتا ہے اور ایک دوسرے کی باتیں بھی سنتے ہیں، اختلافات بھی مٹاتے ہیں اور آپس کی بات چیت میں ایک دوسرے کے احساسات و جذبات کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

معاشرتی حوالے سے آپ ﷺ کے بنیادی اُصول تھے۔ آپ ﷺ نے گھر والوں کے حقوق کو بھی پورا کیا اور انقلاب کے لیے بھی اپنا وقت لگایا اور تیسری طرف اللہ تعالیٰ کے لیے بھی وقت بچایا۔ آپ ﷺ کی شخصیت کے یہ تین پہلو نمایاں نظر آتے ہیں اور ان کی وضاحت کرنا اس حوالے سے ضروری ہے کہ normally انسان افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ صرف شب بیداریاں کرنا کافی ہے، کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ صرف انقلاب کا راستہ ہموار کرنا چاہیے اور کچھ لوگ صرف گھر کے تعلقات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں کہ اپنے گھر کے اندر کے تعلقات رشتے داریاں نبھالو، اللہ کے لئے اتنا ہی کرلو بس یہی کافی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تینوں طرح کی ذمہ داریاں نبھانی ہیں۔

نبی ﷺ کے تعلق کی تین بنیادیں تھیں: ایک تو آپ ﷺ commitment کو پورا کرتے تھے، وعدے کو پورا کرنا آپ ﷺ کی شخصیت کا نمایاں پہلو ہے۔ آپس کے تعلق میں ہمیشہ وعدے کرنے پڑتے ہیں اور پھر وعدے نبھانے بھی پڑتے ہیں۔ اس کو ہم ایک چھوٹی سی مثال سے دیکھیں گے، مثلاً ماں اپنی بیٹی سے کہتی ہے کہ بیٹی فلاں کام کرلو اور بیٹی کہتی ہے، اچھا امی ابھی کرلیتی ہوں۔ اب یہ committment ہے اگرچہ چھوٹی سی ہی ہے۔ اسی طرح بہن بھائیوں کے درمیان یہی تعلق ہوتا ہے، شوہر اور بیوی کے درمیان committment کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ Normally لوگ نمازیں بھی پڑھیں گے، حسنِ سلوک بھی کرلیں گے لیکن committment کو پورا کرنا اپنی ذمہ داری نہیں خیال کرتے، مثلاً telephonic talk کے دوران کسی سے کوئی committment کرلی اور بعد میں پتہ چلا کہ committment پورا کرنا بس میں نہیں تھا اور پھر دوسرے فرد کو inform بھی نہیں کیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پہلے ہی اچھے طریقے سے سوچ سمجھ کر committment کرتے کہ ہمارے لئے possible نہیں ہے یا time limit نہ رکھتے لیکن جب آپ نے وقت کی limit بھی لگادی اور کام بھی نہ کیا تو یہ وعدہ خلافی ہے۔ ہر حلقے میں ہی دیکھ لیں کہ committment کو disown کرنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کو گھر میں دیکھیں، اداروں میں دیکھیں، مسلمانوں کے اندر یہ احساس ہی مٹ گیا اسی وجہ سے آپ دیکھیں کہ معاشرتی تعلقات سنورتے نہیں ہیں۔

معاشرتی تعلقات کے حوالے سے دوسری اہم بات حسنِ سلوک ہے۔ حسنِ سلوک میں کیا چیز آتی ہے؟ سلام کا پھیلانا، مسکرا کر ملنا، ایک دوسرے کی خوشیاں اور غم share کرنا اور ایک دوسرے کے ساتھ مالی معاونت کرنا، یہ سب چیزیں آجاتی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ حسنِ معاملہ اور حسنِ سلوک کرنے والے تھے۔

تعلق کی تیسری قسم ہے عفوودرگزر۔ آپ نے کسی سے کوئی بات کی اور اس نے وہ بات پوری نہیں کی، پھر دوسرا انسان flare up ہوجاتا ہے، غصے میں آجاتا ہے کہ جب بھی کچھ کہا جائے کبھی کوئی بات پوری نہیں ہوتی اور جب انسان غصے میں آجاتا ہے تو اس کے معاملات اس کے اپنے ہاتھ میں تھوڑی ہوتے ہیں، پھر تو پیچھے شیطان اس کو بہکاتا ہے۔ غصہ آگ ہے اور شیطان آگ سے بنا ہے، اب matching ہوگئی، انسان کی mental harmony شیطان کے ساتھ match ہوجاتی ہے۔ دراصل شیطان انسان کو cool down نہیں ہونے دیتا، غصے میں شیطان انسان کے ساتھ ایسے ہی کھیلتا ہے جیسے بچہ ball سے یا کسی اور toy سے کھیلتا ہے۔ لہٰذا معاشرتی تعلقات کے لئے عفوودرگزر نہایت ضروری چیز ہے۔

آپ ﷺ نے تعلقات کو تین بنیادوں پر استوار کیا۔ آپ ﷺ کی زندگی میں اگر ہم دیکھیں کہ آپ ﷺ کا معاشرتی رابطہ کیسا تھا؟ آپ ﷺ کے وہ تعلقات جو والدین سے تھے اس کے بارے میں تو ہمیں روایات سے زیادہ معلومات نہیں ملتیں اس لئے کہ آپ ﷺ کے والدین بہت بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ آپ ﷺ کا جو تعلق اپنے رشتہ داروں سے تھا اور نبوت کی زندگی کے بعد بھی رہا، اسی کے بارے میں ہمیں بہت ساری مثالیں ملتی ہیں۔ جو تعلق آپ ﷺ کا اپنی ازواج اور اپنی اولاد کے ساتھ تھا، وہ ایک مثالی تعلق ہے۔ آپ ﷺ دوستوں میں کیسے تھے؟ آپ ﷺ عام مسلمانوں کیساتھ کیسا تعلق رکھتے تھے۔ پھر باہر سے آنے والے Delegates کے ساتھ آپ ﷺ کا تعلق کیسا تھا؟

رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی کن باتوں کی وجہ سے خوشگوار ہوئی؟ ہم اس کا تھوڑا تفصیل سے جائزہ لیں گے تاکہ یہ اندازہ لگاسکیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس معاشرتی اور سماجی رابطے کے پہلو کو کس طرح سے مضبوط کیا؟ آپ ﷺ کا یہ پہلو سربراہِ خاندان کا پہلو ہے۔

رسول اللہ ﷺ بحیثیت سربراہ خاندان:

رسول اللہ ﷺ کے والدین چونکہ آپ ﷺ کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے لہٰذا آپ ﷺ کو ان کی خدمت کا موقع نہیں مل سکا لیکن حدیث کی کتابوں میں ہمیں آپ ﷺ کا اپنی رضاعی بہن، رضاعی والدہ اور اسی طرح دیگر رشتہ داروں کے ساتھ احسان کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ اُسوہ ہے اللہ کے رسول ﷺ کا۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک میں تین چار بنیادی چیزیں آتی ہیں:

1۔ معاشی طور پر کفالت۔

2۔ معاشرتی طور پر نگہداشت کرنا۔

3۔ اطاعت۔

4۔ جذباتی نگہداشت۔

عموماً جذباتی نگہداشت کو بالکل ہی نظرانداز [ignore] کر دیا جاتا ہے۔ شادی سے پہلے کے معاملات اگرچہ فرق ہوں، شادی کے بعد کس طرح لوگ اپنے بوڑھے والدین کو نظرانداز کر دیتے ہیں اور جب کبھی تھوڑی سی توجہ دلائی جائے تو جواب یہ آتا ہے کہ ہم ان کی ساری ضروریات پوری کر رہے ہیں، ہر چیز جو ان کو چاہیے وہ ہم نے مہیا کر رکھی ہے لیکن جذباتی طور پر ان کی نگہداشت نہیں کی جاتی جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے سے بڑوں کے ساتھ جس حسنِ سلوک کا حکم دیا اور جو کچھ اللہ کی کتاب سے ہمیں ملتا ہے، وہ انہیں جذباتی طور پر خوش رکھنے کا ہے مثلاً ربّ العزت فرماتے ہیں:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا (بنی اسرائیل: 23)

”تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی، والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان کے ساتھ احترام کے ساتھ بات کرو“۔

انسان بڑھاپے میں سٹھیا جاتا ہے، بہت ساری باتیں repeat کرتا رہتا ہے اور سننے والا تنگ آجاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے کس طرح والدین کے بارے میں طرزِ عمل اختیار کیا؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میرا باپ مجھ سے میرا مال مانگتا ہے۔ آپ ﷺ کے سامنے باپ اور بیٹا دونوں ہیں۔ آپ ﷺ نے باپ سے صورتحال دریافت کی اور باپ نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ میں نے یہ چاہا کہ یہ اپنا مال مجھے دے لیکن یہ دینے کے لیے تیار نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے بیٹے سے کہا: تم اور تمہارا مال دونوں تمہارے باپ کے ہیں اور اس کے والد سے فرمایا کہ اگر یہ آپ کو مال نہیں دیتا تو اس کے خلاف میں آپ کی مدد کروں گا“۔ (مشکوۃ، کتاب الادب)

یعنی اگر تمہیں حق دلوانا پڑا تو قانونی طور پر بھی میں تمہیں تمہارا حق دلواؤں گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے والدین کے حق کی کس طرح حفاظت کی کہ انہیں کسی بھی اعتبار سے کوئی دھچکا نہ پہنچے بلکہ منہ سے بھی ایسا کوئی لفظ نہ نکلے جس کی وجہ سے ان کے دل کے تار جھڑ جائیں۔ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے حوالے سے ہمیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ربّ کی رضا والد کی رضا میں ہے''۔

اللہ تعالیٰ خوش ہی تب ہوگا جب والد خوش ہوگا اور آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے''۔ (ترمذی کتاب البر)

یعنی اگر والدین ناراض ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ہے تو پھر ان کو خوش کرنا ہے۔ اسی طرح ایک اور روایت ہمیں ملتی ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا: والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ بات بڑی گہری ہے، حقوق کے معاملے میں یہ وضاحت ہونی چاہئے اور آپ ﷺ نے جواب دیا:

''وہ دونوں تمہاری جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی''۔ (معجم کبیر طبرانی، ابن ماجہ)

اسی طرح قرآنِ حکیم نے والدہ کی خدمت کے لیے خاص طور پر الگ standard مقرر کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے''؟

فرمایا: ''تمہاری ماں''۔

اُس نے پوچھا: ''اس کے بعد کون ہے''؟

فرمایا: ''تمہاری ماں''۔

انہوں نے پوچھا: ''اس کے بعد کون ہے''؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری ماں''۔

انہوں نے پھر پوچھا: ''اس کے بعد کون ہے''؟

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا باپ''۔ (صحیح بخاری: 5971)

اس سے ہمیں حقوق و فرائض کا پتہ چلتا ہے لیکن ایک چیز میں یہاں پر ضرور واضح کرنا چاہوں گی کہ اسلام کا یہ مزاج نہیں ہے کہ اپنے ماننے والوں کو محض اپنے گھرانے آباد کرنے کے لیے، خوشگوار گھریلو زندگی گزارنے کے لیے درس دے۔ خوشگوار گھریلو زندگی ایک factor ہے۔ اسلام گھریلو زندگی سے اوپر ہو کر دوسری ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے کہ تم پر تمہارے گھر والوں کا حق بھی ہے لیکن تم پر تمہارے ربّ کا حق بھی ہے، تم پر تمہاری جان کا حق بھی ہے۔ لہٰذا ایک طرف گھر والوں کے حقوق ادا کرنے ہیں، دوسری طرف ربّ کا حق ادا کرنا ہے اور تیسری طرف اپنی جان کا حق بھی ادا کرنا ہے۔ عموماً جب والدین کے حقوق کی بات کی جاتی ہے تو لوگ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بھی کوئی حق ہے، پھر بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میدان میں کیا حکم دیا؟ کہا یہ جاتا ہے کہ اب والدین خدا کی نافرمانی پر مجبور کر رہے ہیں تو کیا کریں کہ والدین کی بات تو نہیں ٹالی جا سکتی حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں والدین کی اطاعت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کے بعد اگر کسی مخلوق کی اطاعت ہو رہی ہے تو وہ اطاعت نہیں، وہ بھی نافرمانی ہے۔ اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ زندگی کا دائرۂ کار صرف ایک نہیں، اسلام کا جو مزاج لوگوں نے سمجھا ہے وہ یہ کہ ہر کوئی اپنے اپنے گھر میں خوشگوار زندگی گزارے۔

کہاں سے آئے گی صدائے لا الہ الا اللہ؟

اگرچہ گھر کو خوشگوار رکھنا ہمارا بنیادی فریضہ ہے، گھر کے سیٹ اپ کو بھی درست رکھنا ہے لیکن اس سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے کے لیے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذاتی تعلق قائم کرنے کے لیے بھی وقت نکالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے کے لیے معاشرتی رابطہ رکھنا پڑتا ہے اور معاشرتی رابطے کے لیے انسان کو وقت لگانا پڑتا ہے تو ظاہر ہے کہ گھر سے وقت بچے گا تو باہر وقت لگے گا۔ ایک Balanced طریقۂ کار ہونا

چاہیے۔ جہاں بھی بیلنس خراب ہوتا ہے معاملات خراب ہو جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ والدین کی عزت اور وقار کے بغیر گھریلو معاملات چل نہیں سکتے اور پھر والدین کے حقوق سے روگردانی کرنا، اعراض کرنا، یہ دراصل فیملی سسٹم میں خرابی پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اگر فیملی سسٹم کو مضبوط رکھنا ہے تو والدین کا حق ان کے دائرے میں ادا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جو دوسری چیز ہمیں ملتی ہے وہ ازواج کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ ﷺ قابلِ تقلید شوہر تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی ازواجی زندگی کے لیے کون سے اُصول اپنائے تھے؟ مثالی شوہر ہونے کی حیثیت میں چار بنیادی اُصول تھے:

1۔ عزتِ نفس کا خیال

2۔ باہمی اعتماد

3۔ تحفظ اور سکیورٹی (Financial Security بھی)

4۔ سکون

یہ چار اُصول اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ آج بھی آپ کسی گھرانے کے اندر دیکھنا چاہیں کہ ناہمواری کہاں ہے؟ اور گھرانے کے اندر خوشگواریت کہاں سے آئی؟ تو آپ کو ان چار اُصولوں میں سے کوئی نہ کوئی اُصول ضرور کارفرما نظر آئے گا۔ کسی گھرانے کی خرابی میں یا عدم اعتماد (distrust) کا تعلق ہوتا ہے یا عدم تحفظ کا یا پھر عزتِ نفس کا خیال نہیں رکھا جاتا یا سکون نہیں ہوتا اور اس اعتبار سے دیکھئے کہ دو conditions ہیں: محبت و وفا یعنی وفا کا تعلق اور محبت کا تعلق۔

؎ پیار کی آنچ سے چاہو تو پگھل سکتا ہے
ورنہ نفرت کا یہ پتھر تو بہت بھاری ہے

نفرت کے ساتھ آپ کسی کے حقوق پورے کرنے کی کوشش کریں، آپ جتنا جی چاہے مال لٹا دیں، آپ نفرت کے ساتھ گھر میں اعتماد کی فضا قائم کرنے کی کوشش کریں، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ کسی قسم کا تحفظ فراہم کرنا چاہیں، نفرت کی وجہ سے ہر چیز میں تلخی گھل جائے گی۔ نفرت کی وجہ سے ایک ہی کام ہوسکتا ہے، یا طلاق یا علیحدگی۔ نفرت کا جواب کبھی سیدھے انداز میں نہیں آسکتا۔ لہٰذا محبت اور وفا کا تعلق قائم کرنا ضروری ہے۔

حقوق کی حفاظت کے حوالے سے ذرا غور کیجیے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے گھریلو حالات سے زیادہ کسی کے حالات نازک نہیں ہوسکتے۔ آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں اور آپ ﷺ نے کبھی کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ حقوق کی ادائیگی کے لیے ایسا طریقہ کار اختیار کیا جس کی وجہ سے سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر مطمئن رہتے تھے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کی باریاں مقرر کر رکھی تھیں۔ اکثر اوقات جس زوجہ کی باری ہوتی تھی، وہاں ساری ازواج اکٹھی ہو جاتی تھیں، وہاں پر تعلیم بھی ہوتی، آپس کے معاملات بھی ڈسکس ہوتے۔ پورے گھرانے کی ساری خواتین اکٹھی ہیں لیکن ہر ایک کے لیے سکون کا ایک حجرہ ضرور موجود ہے۔ اگر وہ حجرے الگ الگ نہ ہوتے تو سکون کی کیسے اُمید کی جا سکتی تھی؟

ہمارے معاشرے میں جوائنٹ فیملی سسٹم میں عموماً لوگ عدم تحفظ کا شکار ہوتے ہیں۔ وہاں عزت، سکون یا اعتماد میں کمی بیشی ہوتی ہے جس کی وجہ سے فیملی سسٹم خراب ہو جاتا ہے۔ اس سے زیادہ جوائنٹ فیملی سسٹم کیسا ہوسکتا ہے کہ جہاں پر آپس میں دیورانیاں جٹھانیاں نہیں رہ رہیں بلکہ ساری وہ خواتین ہیں جن کا ایک شخص سے تعلق ہے اور ساری سکون کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ سب کے حقوق کا تحفظ اللہ کے رسول ﷺ نے کس طرح کیا؟ آپ ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ساتھ جو دن گزارے وہ بھی

باقی بیویوں کی اجازت کے ساتھ۔

پھر ذرا دیکھئے کہ رسول اللہ ﷺ قیام اللیل میں اپنے ربّ کی عبادت کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہتے ہوئے نظر آتے ہیں: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر اجازت ہو تو اپنے ربّ کی عبادت کرلوں''؟ یعنی ربّ کی عبادت کے لیے بھی جس کی باری ہے اس سے اجازت لے رہے ہیں۔ یہ ازدواجی تعلق ہے، مٹھاس والا، محبت والا، اعتماد والا، عزت والا اور آپ ﷺ کی ازدواجی زندگی کو اگر ہم دیکھنا چاہیں تو آپ ﷺ کی وفا سب سے اوپر نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ وفادار شوہر تھے، آپ ﷺ نے کبھی اپنی بیویوں کو رنجیدہ نہیں کیا تھا۔

نبی ﷺ کے گھرانے میں وفا کا تصور کیسا تھا؟ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح تھا، کسی اور سے نکاح نہیں کیا حالانکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے پندرہ برس کتنی بڑی تھیں۔ 25 برس کا نوجوان 40 برس کی خاتون سے شادی کرلے جبکہ شادی میں جذباتی ہم آہنگی ہونا کتنی زیادہ ضروری ہے! ایک خاتون ایسی ہیں جو عمر رسیدہ بھی ہیں، عمر کی زیادہ بہاریں دیکھ چکیں اور اب ادھیڑ عمری میں ایک نوجوان ان سے شادی کر رہا ہے اور خواہش کس کی ہے؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اور آپ ﷺ نے اس خواہش پر لبیک کہا لیکن وفا کا حق کیسے ادا کیا؟ ان کی زندگی میں کسی سے شادی نہیں کی۔ آپ ﷺ کی اولاد بھی انہی سے تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ہمیں یہ ملتا ہے کہ جب ان کا انتقال بھی ہو گیا تو آپ ﷺ ان کی سہیلیوں کو گوشت بھجوایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ''مجھے جتنا رشک خدیجہ رضی اللہ عنہا پر آتا ہے اتنا نبی ﷺ کی کسی بیوی پر نہیں آتا حالانکہ وہ میرے نکاح سے پہلے وفات پا چکی تھیں، اسی وجہ سے میں اکثر آپ ﷺ کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا تھا کہ جنت میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کو موتی کے محل کی بشارت دے دیں۔ آپ ﷺ

جب کبھی بکری ذبح کرتے تو ان کے ملنے والیوں کے پاس بقدر ضرورت تحفہ بھیجا کرتے تھے‘‘۔ (صحیح بخاری)

آپ ﷺ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کس طرح کے تعلقات تھے؟ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ ﷺ محفل میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور آپ ﷺ رنج کے مارے لرزنے لگے۔ آپ ﷺ کو یوں لگا تھا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: ’’خدایا! یہ تو ہالہ رضی اللہ عنہا ہے‘‘۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے بڑا رشک آیا۔ میں نے کہا کہ آپ ﷺ اب بھی اس سرخ رخساروں والی قریشی بڑھیا کو یاد کرتے ہیں جس کو مرے ہوئے زمانہ ہو گیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بہتر بدل عطا فرمایا۔ (مسلم)

یہ محبت کا، وفا کا تعلق تھا۔ آپ ﷺ اس کی بنیاد کیا بتاتے ہیں؟ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ان کی محبت ڈال دی ہے، کیسے نکال دوں؟ ان کی وفات کے بعد بھی کس طرح خیال رکھتے تھے؟ ہے کوئی ایسا شوہر جو اپنی بیوی کی وفات کے سالہا سال بعد بھی اس کی ملنے والیوں کو ہدیے بھیج رہا ہو؟ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ ان کی زندگی میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بار حسانہ مزنیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ ﷺ ان کا بڑے اچھے طریقے سے حال پوچھتے رہے، گھر والوں کا، بچوں کا اور جب آپ ﷺ گفتگو کر چکے اور وہ چلی گئیں تو میں نے کہا کہ آپ ﷺ کو اس طرح اس خاتون کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھا، مجھے حیرت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

’’یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دوست تھی، اسے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہت محبت تھی‘‘۔

(الاصابہ)

اللہ تعالیٰ کی ذات کی وجہ سے یہ تعلق بنتا ہے اور دین یہ تعلق سکھاتا ہے۔ کسی قسم کی رنجش نہیں، اسلام حسد کی تو اجازت ہی نہیں دیتا۔ تعلق کا فیض کس کس کو پہنچتا ہے؟ اور کتنے عرصے کے بعد؟ اگر آپ اس کے opposite کسی اور شخصیت کو لانا چاہیں، کسی غیر مسلم کو لانا چاہیں، یا کسی مسلمان کو جو رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ پر یقین تو رکھتا ہو لیکن عملی زندگی مختلف ہو، ذرا لا کر تو دکھایئے کسی ایسی ہستی کو جو یوں اپنے گھر والوں کا خیال رکھنے والی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے، حقوق میں توازن قائم کرنا۔ کوئی شخص اگر اپنی فیملی کے کسی ایک فرد کو عزت نہ دے تو اس کی فیملی کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے یعنی خاندانی نظام مضبوط نہیں رہ جاتا اور جس کی نو بیویاں ہوں اور اس کے خاندان میں عدل اور انصاف قائم ہو، یہ بہت بڑی بات ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي (سنن ترمذی: 3895)

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہوں"۔

یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ اَهْلِهٖ (ترمذی، کتاب الایمان)

"مومنین میں سب سے کامل وہ ہے جو اَخلاق میں سب سے بہتر ہو اور جو گھر والوں کے درمیان سب سے زیادہ مہربان ہو"۔

عموماً اَخلاق کا مظاہرہ دوسروں کے سامنے کیا جاتا ہے۔ کوئی گھر چلا آئے تو اس کے ساتھ تو بڑے اَخلاق کے ساتھ ملے، smile بھی pass کی، حال چال بھی پوچھا اور چراغ

تلے اندھیرا ہے۔ جن کے ساتھ رہتے ہیں ان کے تعلقات کے بارے میں فکر مند ہی نہیں، ان کی خوشی اور غموں سے وہ تعلق ہی نہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے کیا standard بتایا؟ کہ حسنِ اَخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے تو سب سے زیادہ ضرورت اپنے گھر والوں کو ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَآئِھِمْ (ابن ماجه، كتاب النكاح)

”تم میں سے سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہے“۔

رسول اللہ ﷺ نے حسنِ اَخلاق کا شاندار نمونہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے حقوق کا تحفظ کیسے کیا؟ جب کبھی آپ ﷺ کو سفر پر جانا ہوتا، یہ موقع ہوتا تھا سماجی اور معاشرتی انصاف کا۔ گھرانے کی خواتین کے درمیان کبھی کسی کو خود سے ترجیح نہیں دیتے تھے، قرعہ اندازی کرتے تھے۔ آپ کو یاد ہوگا غزوہ بنی المصطلق میں قرعہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا تھا۔ قرعہ اندازی کے ساتھ جب معاملہ کرتے تھے تو ہر ایک کو پتہ ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو ترجیح نہیں دی۔

شکوہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ شوہر کی نظر میں اگر کوئی ایک بہتر نظر آیا تو باقیوں کو شکوہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ حقوق کے میدان میں کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے، کسی کو دلی تعلق کی وجہ سے آگے نہیں رکھتے تھے۔ اس اعتبار سے ہر ایک کا رتبہ برابر تھا۔ پھر آپ ﷺ نے باریاں تقسیم کر رکھی تھیں اور آپ ﷺ نے معاشی حقوق کا بھی تحفظ کیا۔ آپ ﷺ جب سال بھر کے لیے اہتمام کرتے تھے، یعنی جیسے بنی نضیر کے مال میں سے اہتمام ہوتا تھا تو ساری بیویوں کا برابر حصہ تھا۔

شوہر بیوی سے کیسا سلوک کرے؟ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی کیا تعلیمات ملتی ہیں؟ حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے

عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! شوہر پر بیوی کا حق کیا ہے''؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب خود کھائے تو اسے کھلائے، جب پہنے تو اسے پہنائے، اس کے چہرے پر نہ مارے، اسے برا نہ کہے اور گھر کے علاوہ اس سے علیحدگی اختیار نہ کرے''۔

(ابوداؤد)

یعنی یوں نہ کرے کہ ایک چھت کے نیچے رہتے ہوں لیکن اجنبی بن کر۔ رسول اللہ ﷺ نے اچھے تعلقات کے لیے کتنے اچھے گر بتائے کہ برابری ہونی چاہیے حتیٰ کہ آپ اور آپ کی بیوی کے لباس کی کیفیت میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔

میری ایک اسٹوڈنٹ کہتی ہیں کہ میرے میاں ایک اچھی پوسٹ پر ہیں، ان کی آمدنی پچیس تیس ہزار روپے تو ضرور ہوگی لیکن اس آمدنی میں سے اگر جی چاہے تو تین چار ہزار کا پرفیوم لے آتے ہیں یا اپنی پسند کی کوئی سی بھی چیزیں خرید لیتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا بچتا ہے؟ کہتی ہیں کہ کبھی پانچ ہزار، کبھی سات ہزار اور کبھی دس ہزار۔ یہ کیسا انصاف ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ معاشرتی طور پر ناہمواری نہیں رہنی چاہیے۔ بیوی دوسرے درجے کی انسان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے نام پر جو تعلق قائم ہوا، اب آپ ذمہ دار ہیں اس کے لباس کے لیے بھی، اس کے نان نفقے کے لیے بھی۔ جب آپ اس کو لے کر آتے ہیں تو اس کا مہر ادا کریں، جب آپ گھر میں لے کر آئیں تو اس کے لیے ویسی ہی رہائش جہاں آپ رہتے ہیں اور ویسا ہی کپڑا جیسا آپ پہنتے ہیں اور ویسا ہی کھانا جیسا آپ کھاتے ہیں۔

اسی طرح ہم رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کے حوالے سے دیکھتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کے گھرانے کے افراد کی طرف سے بہت زیادہ مطالبات سامنے آئے تو آپ ﷺ

بہت زیادہ پریشان ہوئے۔ یہ شکایت ہوئی تو لوگوں نے اس کو نبوت کی شان کے خلاف سمجھا۔ بات یہ ہے کہ انسانی زندگی میں ایسے معاملات ہوتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ چونکہ انسانوں کے رسول ہیں اور آپ ﷺ کی زندگی میں سب کے لیے نمونہ ہے تو آپ ﷺ کے گھر میں ان شکایات کا پیدا ہونا انسانی خصوصیات سے مختلف بات نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کی خواتین آپ ﷺ سے اپنی گھریلو ضروریات کے پورا کرنے کے لئے مال کا مطالبہ کر رہی تھیں، اس موقع پر سورۃ الاحزاب کی یہ آیات نازل ہوئیں:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلدَّارَ ٱلْـَٔاخِرَةَ فَإِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَـٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب:28،29)

''اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول ﷺ اور دار الآخرت کو پسند کرتی ہو تو خدا نے تم میں سے نیکی کرنے والوں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے''۔

یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پریشان ضرور ہوئے تھے، آپ ﷺ کی معاشی زندگی اگرچہ بہت تکلیف دہ تھی لیکن آپ ﷺ نے حتی المقدور اپنے گھر والوں کا خیال رکھنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کو ان کا کتنا خیال تھا؟ سلمان بن عمر بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ وہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ موجود تھے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا:

''عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی نصیحت قبول کرو۔ عورتیں تمہاری خادم ہیں، تم ان کے سوا عورتوں کی کسی چیز کے مالک نہیں، ہاں اس صورت میں کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کی خوابگاہوں میں انہیں چھوڑ دو، اگر پھر بھی نہ مانیں تو مارو''۔ (ابن ماجہ)

اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ جو عورت اپنی عزت کی حفاظت کرتی ہے، مرد کو اسے مارنے کا یا اس کے حق میں کمی کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

سروس پیشہ خواتین کے جذبات و احساسات کا جائزہ لینے کے لیے کہ مالی طور پر ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے؟ شوہر ان کی ذمہ داری کہاں تک پوری کرتے ہیں؟ اور ان کے مال کے بارے میں شوہروں کا کیا رویہ ہے؟ ہم نے یونیورسٹی کے ذریعے سے ریسرچ conduct کروائی۔ جو چیز 99.9% ratio کے حساب سے سامنے آئی وہ یہ کہ ہر مرد یہ سمجھتا ہے کہ اگر عورت میرے نکاح میں آ گئی تو اب اُس کا سب کچھ میرا ہے، وہ کمائے گی تو اس کا مال میرا مال ہے جبکہ مرد کا مال تو اس کا اپنا ہی ہے اور عورت کا مال بھی مرد کا ہی مال سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح عورت کی زندگی غلامی کی زندگی تھی۔ آج بھی Non Islamic World میں غیر اسلامی اقدار اور غیر اسلامی رویے میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ عورت کے مال کو مرد اپنا مال سمجھتا ہے کیونکہ عورت کے ساتھ اس کا نکاح جو ہو گیا۔ لونڈی کا مال تو ایک مرد کا مال ہو سکتا ہے لیکن بیوی تو مرد کی لونڈی نہیں ہے، بیوی کا مال اس کی اپنی ملکیت ہے۔ اپنی خوشی سے چاہے تو وہ سب کچھ لٹا دے لیکن ناخوشی سے اگر اس کا مہر بھی لے لیا تو یہ درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہتی ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک شوہر نے مقدمہ دائر کیا اور مقدمے میں توجہ طلب بات یہ تھی کہ بیوی نے پہلے شوہر کو حق مہر معاف کر دیا اور بعد میں اس کا مطالبہ کر رہی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں رائے دی کہ اگر بیوی نے خوش دلی سے معاف کیا ہوتا تو وہ دوبارہ مطالبہ ہی کیوں کرتی؟ کیونکہ اگر خوش دلی کے ساتھ خواتین معاف کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے مہر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے لیکن اگر اس نے خوش دلی کے ساتھ معاف نہیں کیا تو مرد کا کوئی حق نہیں کہ اس کا مال کھا سکے۔ آپ دیکھئے کہ مہر پر قبضہ، عورت کی کمائی پر قبضہ، عورت کو ورثے میں سے کچھ مل جائے اس پر قبضہ، عورت کا یہ status اسلام نے مقرر نہیں کیا۔ یہ ساری چیزیں اس تہذیب کی پیداوار ہیں جس کے اندر ہم زندگی گزار رہے ہیں اور جو تہذیب ہمیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے سکھائی، اس میں عورت کا مال عورت کا اپنا مال ہے، وہ تجارت کرے اس کا مال اس کا ہے، وہ جاب کرے اس کا مال اس کا ہے، شوہر محض اس چیز کا ٹیکس لیتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو تجارت کرنے کی یا جاب کرنے کی اجازت دے دی؟ اتنی بڑی بات؟ یعنی اگر اجازت نہیں دینا چاہتا نہ دے اور دوسری طرف یہ معاملہ ہے کہ اگر تم کماؤ گی، جاب کرو گی تو جو تمہاری صلاحیتیں ہیں گویا وہ میری صلاحیتیں ہیں۔ عورت کی زندگی کا مرد مالک نہیں ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ عورت کو شوہر کی اطاعت کرنے کا حکم دیا لیکن اس کی اپنی عزت اور خودداری کے behalf پر نہیں بلکہ اس کی عزت کو قائم رکھا، اس کے الگ وجود کو قائم رکھا، اس کی مالی حیثیت کو قائم رکھا۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں گھریلو زندگی کے اُصولوں کو دیکھنا چاہیں تو یہی چار اُصول دکھائی دیتے ہیں: عزت، سکون، اعتماد اور تحفظ۔ شوہر کو تحفظ دینا چاہئے، یہ اُس کی ذمہ داری ہے، وہ معاشی ضروریات کا کفیل ہے۔ یہ عورت کی ذمہ داری نہیں ہے۔ عورت اگر نہ کمائے تب بھی اسے بٹھا کر کھلانا ہے، اسی طرح اسے لباس پہنانا ہے، اس کی ضروریات کی کفالت کرنا ہے۔ ہاں اگر عورت شوہر کی وسعت سے زیادہ مطالبہ کرے تو یہ بات درست نہیں ہے اور اگر وہ شوہر کو cross limits کرنے پر مجبور کرے کہ وہ حرام

ذرائع اختیار کرے تو عورت گنہگار ہوگی۔ جب مرد کماتا ہے تو اس کی کمائی میں اس کی ذات کا ہی نہیں بلکہ اس کی بیوی کا بھی حق ہے، اس کے والدین کا بھی ہے، اس کی اولاد کا بھی حق ہے، رشتہ داروں کا بھی ہے، یتامیٰ اور مساکین کا بھی ہے اور دین کا بھی حق ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے بھی اس کے مال میں حق ہے۔ لہٰذا اسے سارے ہی حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

عورتوں کے حقوق کو پورا کرنے کے حوالے سے ایک بہت خوبصورت بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم اپنی عورتوں سے کھلی بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے کہ اگر کوئی بات کی تو پکڑے جائیں گے کیونکہ عورت تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ جائے گی اور پھر ہمارے اوپر کوئی نہ کوئی پابندی عائد ہو جائے گی۔ کہتے ہیں کہ اس اندیشے کے پیشِ نظر کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہ ہو جائے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ہم کھل کھل کر باتیں کرنے لگے"۔ (صحیح بخاری)

ایسی بات نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ سے ہٹنا چاہتے تھے لیکن اب انہیں یہ خدشہ نہیں رہا تھا کہ وحی نازل ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور حکم آجائے گا، اب دین مکمل ہو گیا، اب پتہ لگ گیا کہ کون سے حقوق ہیں اور کون سے نہیں ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کیسے خوشگوار ہوئی؟ یہ بات بہت توجہ طلب ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے میں دیکھیں کہ جو شخص گھر کے رہنما کا کردار ادا کرتا ہے تو گھر کے اندر آکر بھی اس کی گردن کی اکڑ ختم نہیں ہوتی، جیسے کلف لگا ہوا کالر پہنتے ہیں ایسے ہی گھر آکر بھی وہی رویہ جاری رہتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی زندگی کو دیکھنے کی بہت ضرورت ہے کہ آپ ﷺ گھر میں کیسے رہتے تھے؟ آپ ﷺ کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ آپ ﷺ سب کی باتیں سنتے تھے اور اگر دیکھیں تو گھریلو زندگی میں سب سے زیادہ تلخی کب پیدا ہوتی ہے؟ جب ہر ایک کو یہ شکوہ ہوتا ہے کہ میری تو کوئی سنتا ہی نہیں، بچے کہتے ہیں کہ ہماری کوئی نہیں سنتا، بیوی کہتی ہے کہ میری کوئی نہیں سنتا، ماں کہتی ہے کہ میری کوئی نہیں سنتا اور رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے؟ سب کی باتیں سنتے تھے۔

دوسرا اہم نقطہ کیا تھا؟ آپ ﷺ سب کے اختلافات مٹاتے تھے۔ جب آپس میں اختلاف پیدا ہوتا ہے تو سب سے زیادہ اہم کردار کس کا ہوتا ہے؟ سربراہِ خاندان کا۔ آپ ﷺ اختلافات کو دور کرتے تھے اور عموماً سربراہِ خاندان ہی اختلاف پیدا کرنے کا باعث بن جاتا ہے جب ایک کو دوسرے پر فوقیت دیتا ہے۔ مثلاً ماں کہتی ہے کہ مجھے اپنا فلاں بچہ بہت پیارا ہے اور اس طرح اگلے معاملات خراب ہونا شروع جاتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے زندگی میں اس طرح کا عدم توازن نظر نہیں آتا۔ آپ ﷺ تو خود اختلافات کو مٹاتے تھے اور بیٹے اور بیٹی کے درمیان فرق نہ رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی گفتگو کو دیکھیں تو آپ ﷺ دلچسپ گفتگو کرتے تھے۔ گھر والوں کے درمیان خشک باتیں نہیں کیا کرتے تھے کہ آرڈر دے دیا، پانی لے آؤ! چائے لے آؤ! اب کھانا لے آؤ! اور یہ کہ میرے کپڑے hang ہو گئے؟ واش روم میں رکھ دیئے؟ اسی طرح یہ کہ میں نے باہر جانا ہے، میرے shoes اپنی جگہ پر ہیں یا نہیں؟ اور اگر کوئی چیز اپنی جگہ سے ہل گئی تو اس کے بعد زلزلے جیسا رویہ ہوتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ کا طرزِ عمل کتنا مختلف ہے! آپ ﷺ گھر والوں کے ساتھ مل کر کام کرتے تھے، صفائی بھی کروا دیتے تھے، اپنے کپڑوں کو اگر پیوند لگانے کی ضرورت

پیش آ گئی تو خود لگا لیتے اور اپنی بکری کا دودھ خود دوہ لیتے تھے اور یہ سارے کام ہمارے کلچر میں کون کرتا ہے؟ بھینس کا دودھ یا بکریوں کا دودھ کون دوہتا ہے؟ اسی طرح کپڑوں کا خیال کس نے رکھنا ہے؟ ہمارے معاشرے میں عام طور پر یہ ساری عورت کی ذمہ داریاں ہیں حالانکہ یہ تو co-operation کا، اعتماد کا، محبت کا رشتہ ہے۔ محبت میں کیا ہے؟ شیئرنگ۔ لہٰذا ذمہ داریوں میں بھی شیئرنگ ہوتی ہے اور اسلام تو caring attitude سکھاتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک حدی خواں نے بڑی خوبصورت آواز میں گانا شروع کیا تو اونٹوں نے بہت تیز بھاگنا شروع کر دیا جن پر عورتیں بھی سوار تھیں۔ آپ ﷺ نے حدی خواں سے کہا:

''انجشہ! دھیان سے، آبگینوں کا خیال رکھنا ہے''۔ (صحیح بخاری)

عورت کو آپ ﷺ نے آبگینہ قرار دیا کہ وہ تو نازک ہے اور اگر اونٹ اچھلے گا تو اسے تکلیف ہوگی لہٰذا آبگینوں کا خیال رکھنا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ احساسات کا بھی خیال رکھتے تھے اور جسمانی تکلیف کا بھی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ڈانٹنے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا کہ اپنی بیٹی کے گھر کی تو خبر لو۔ کہنے لگے: کیا ہوا؟ کہنے لگیں کہ سارا سارا دن اللہ کے رسول ﷺ سے روٹھی رہتی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے، پوچھا کیا واقعی ایسا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ایسا ہے، وہ میرے شوہر ہیں، میں ان کی بیوی، یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے۔ آپ ﷺ کے گھرانے کی وجہ سے مدینہ آ کر لوگوں کا رویہ بدل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو بہت محسوس کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب سے ہم مدینہ آئے ہیں خواتین کے تو مزاج ہی بدل گئے، یہ تو اپنے حقوق کے لیے بولنا شروع ہو گئیں۔ (بخاری: کتاب النکاح)

یہ معاشرتی انقلاب کی وجہ سے ایک تبدیلی تھی۔ وہ انقلاب جو اللہ کے رسول ﷺ لے کر آ

رہے تھے جس کا آغاز خاندان سے ہوا تھا۔اسلام نے خاندانی نظام میں مرد کو upper hand ضرور دیا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (النساء:34)

''مرد عورتوں پر نگران ہیں''۔

لیکن نگران کیسا ہے؟ محبت کرتا ہے، وفا کرتا ہے، عزتِ نفس کا خیال رکھتا ہے۔وہ کس حوالے سے نگران ہے؟ تحفظ فراہم کرتا ہے، سکون فراہم کرتا ہے۔اس اعتبار سے اگر دیکھیں تو ایک ہی ماں سے جنم لینے والے مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔اللہ تعالیٰ نے پیدائش کی بنیاد پر دونوں کو الگ الگ رتبہ نہیں دیا۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات:13)

''تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے''۔

گھریلو زندگی میں وہی صحیح کردار ادا کرسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہو، اسی لئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ (سنن ترمذی:3895)

''میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہوں''۔

ہماری سوسائٹی کا بھی عجیب حال ہے مثلاً میری ایک اسٹوڈنٹ راجپوت ہیں، کہتی ہیں کہ راجپوتوں کے ہاں ایسے ہی ہوتا ہے، شوہروں کو بڑے حقوق حاصل ہیں۔وہ راجپوت جن کو بیویوں پر بہت زیادہ دباؤ رکھنے کا حق حاصل تھا وہ تو ہندو تھے، مسلمان راجپوتوں کا طرزِ عمل تو وہ ہونا چاہئے جو اللہ کے رسول ﷺ کا تھا کیونکہ وہ پہلے مسلمان ہیں، پھر کچھ اور ہیں۔یہ distinction تو پہچان کے لیے ہے، یہ کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

کے لیے تھوڑی ہے۔ذات برادری فخر کرنے کی چیز نہیں ہے۔اسی طرح دیکھئے کہ صاحب گھر آچکے ہیں، بچے دبکے ہوئے ہیں، گھر میں ایک سناٹا سا دوڑ رہا ہے، جونہی صاحب گھر سے نکلتے ہیں، سارے ٹھنڈی آہ بھرتے ہیں کہ اب ٹھیک ہوگیا۔جس نے گھر میں سکون پیدا کرنا ہے، کیا اس کا رویہ ایسا ہونا چاہیے؟ جس نے گھر میں سکون روا رکھنا ہے وہ تو محبت کرنے والا ہوگا، وہ شیئر کرے گا تو لوگ اعتماد کریں گے۔اسے چاہئے کہ طبیعتوں کا خیال رکھے، کبھی ہنسی مذاق بھی ہو اور کبھی شگفتگی کی بات بھی ہونی چاہئے۔آپس کے معاملات میں ہمیشہ کرخت رویہ، یہ تو اللہ کے رسول ﷺ کا اُسوہ نہیں ہے۔کتنی عجیب بات ہے کہ:

؎ جس شہر میں بھی رہنا اُکتائے ہوئے رہنا

یہ اکتاہٹ اور بے زاری اللہ کے رسول ﷺ کے مزاج میں نہیں تھی۔ایک مثال سامنے رکھنا چاہوں گی کہ رسول اللہ ﷺ کیسا طرزِ عمل رکھتے تھے! انسانی گھرانے میں لطیف جذبات اور احساسات بھی ہوتے تھے اور پھر یہ کہ شخصی احساسات کا بھی رسول اللہ ﷺ خیال رکھتے تھے۔انسانی جذبات اور شخصی احساسات کی بڑی اہمیت ہے لیکن اگر ہم رسول اللہ ﷺ کے گھرانے میں دیکھتے ہیں تو ایک controlling factor نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے روحانی اور اَخلاقی ڈسپلن قائم کیا تھا۔کبھی اَخلاق کے دائرے سے نہیں نکلنا۔آپ ﷺ نے نیکی کے جذبے کو ہمیشہ برقرار رکھا اور اس دائرے کے اندر اندر رہنا سکھایا۔مثال سے بات زیادہ واضح ہوسکتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی کسی بیوی کے پاس تھے اور دوسری بیوی نے آپ ﷺ کے لئے ایک پلیٹ میں کھانا بھیجا۔جس بیوی کے گھر آپ ﷺ تشریف فرما تھے اس نے غلام کے ہاتھ پر ہاتھ مار دیا۔غصہ آیا کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوتے ہیں وہ اپنی cooking کا احساس دلاتی ہیں کہ اس کا taste

آئے گا اور میں شوہر کو یاد آ ؤں گی۔ ہوا یہ کہ غلام کے ہاتھ سے پلیٹ گر گئی اور کھانا بھی گر گیا اور پلیٹ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ آپ دیکھیں کہ نبی ﷺ نے اس کے ٹکڑے خود جمع کیے، پھر اس میں جو کھانا تھا اسے خود سمیٹ رہے ہیں، لگتا تو یوں ہے کہ جیسے آپ ﷺ appriciate کر رہے ہیں کہ جب بھی کھانا آئے برتن توڑ دیا کرو لیکن ایسا نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے خادم کو ٹھہرالیا، پھر اس بیوی سے جس کے گھر میں آپ ﷺ تھے، دوسری پلیٹ منگوائی اور کہا کہ جاؤ یہ واپس کر آؤ اور اس طرح ٹوٹی ہوئی پلیٹ کی جگہ سالم پلیٹ بھجوادی گئی۔ (صحیح بخاری)

اب آپ یہ دیکھیے کہ کتنا خوبصورت طریقہ کار ہے؟ آپ ﷺ نے اس موقع پر ذرا ناراضی کا اظہار نہیں کیا۔ یہی نازک معاملات ہوتے ہیں جہاں ہینڈل کرنے والا اگر صحیح طرح سے ہینڈل نہیں کرتا تو معاملات خراب ہوجاتے ہیں۔ اب رسول اللہ ﷺ نے کیا کیا؟ خاموش رہے، غصے کا اظہار نہیں کیا اور کر کیا رہے ہیں؟ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے اکٹھے کر رہے ہیں، کھانا سمیٹ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے کیسا اخلاقی ڈسپلن maintain رکھا؟ مثالی ضبط ہے۔ آپ ﷺ نے اس موقع پہ اس بیوی کی اصلاح کیسے کی؟ خاموشی سے کہا کہ اپنی دوسری پلیٹ دے دو، جب دی ہوگی پھر محسوس بھی ہوا ہوگا کہ نہ ہی توڑتی تو اچھا تھا یا یہ کہ ٹوٹ گئی تو بدلہ دے دیا اور اس طرح گھر کی فضا معتدل رہی، کوئی تلخی ہی نہیں آئی۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا طریقہ کار تھا، خوبصورت طریقہ کار کہ آپ ﷺ بیویوں کے جذبات و حساسات کو پیشِ نظر رکھتے تھے۔ کتنا loving اور caring رویہ تھا آپ ﷺ کا!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دفعہ گڑیوں سے کھیل رہی تھیں، آج کی کوئی خاتون ذرا کھیل کود کر دکھائے، اول تو عمر ہی اتنی زیادہ ہے کہ کھیلنے کی نوبت ہی نہیں آتی لیکن بہر حال عمر چھوٹی بھی ہو تو شوہر کہاں اتنی ناز برداری کرتے ہیں! رسول اللہ ﷺ باہر سے آئے تو دیکھا

کہ گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اس گھوڑے کے پر کیوں ہیں؟ کہنے لگیں کہ یہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا ہے، اُڑے گا۔ (ابوداؤد) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چھوٹی تھیں اور آپ ﷺ نے منع نہیں کیا، اس موقع پر یہ فتویٰ صادر نہیں کردیا کہ ان گڑیوں کے سر قلم کردو، توڑ کر پھینک دو، یہ تمہارا گھوڑا، یہ تو اسلامی روح کے منافی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیاں رسول اللہ ﷺ کو آتا دیکھ کر چلی جاتی تو آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہتے کہ جاؤ انہیں بلالو کہ تمہارے ساتھ کھیل لیں۔ آپ خود سوچیں کہ کہاں ایک شخص 53 سے 60 کے درمیان ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کتنا عرصہ تعلق رہا؟ تقریباً 53 سال کے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کتنی تھی؟ چھوٹی سی ننھی سی بچی اور آپ ﷺ ان کے جذبات و احساسات کا یوں خیال رکھتے تھے جیسے بچوں کا خیال رکھا جاتا ہے اور آپ ﷺ نے اسی وجہ سے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اتنی خوبصورت تربیت کی۔

گھریلو ماحول میں بہت سے ایسے واقعات ہوتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو سفیر بنا کر بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ کہہ کر آؤ کہ جب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کوئی تحفہ بھجوانا ہوتا ہے، کوئی کھانے کی چیز تو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی ہے تبھی بھجواتے ہیں، اس کو تقسیم ہونا چاہئے کہ اگر بھجوانا ہے تو سب کے گھر میں بھیجیں صرف عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کیوں آئے؟ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آئیں، انہوں نے بات چیت کی، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا آئیں، دونوں اچھا بولنے والی تھیں، آ کر بہت اچھی طرح ساری خواتین کی وکالت کی۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو غصہ آ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت اچھی مقررہ تھیں، اپنا مافی الضمیر بہت اچھے طریقے سے بیان کرسکتی تھیں۔ انہوں نے

اتنا زیادہ convince کیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا لاجواب ہوگئیں۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: آخر کیوں نہ ہو، بھئی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔(مسلم)

ایک بیوی کو بھی خوب کہنے کا موقع ملا اور دوسری کو بھی، موقع پر پابندی عائد نہیں کی بلکہ جب دونوں خوب اپنے دل کی بھڑاس نکال چکیں تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے لاجواب کر دیا کیونکہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے اور یوں ایک اور رشتہ یاد دلا دیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے میرا ایک اور رشتہ بھی ہے۔اگر دیکھا جائے تو Hidden پیغام بھی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا صرف میری بیوی ہی نہیں ہے بلکہ میرے سب سے زیادہ قریبی دوست کی بیٹی بھی ہے، جس کی اسلام کے لیے بے شمار خدمات ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے گھرانے میں معاملات کی تنظیم بہت اہم حیثیت رکھتی ہے۔ گھریلو زندگی میں اگر شوہر معاملات کو پورے طریقے سے ہینڈل نہیں کرتا تو مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کے گھرانے میں یہ معاملات کافی مشکل اس حوالے سے تھے کہ آپ ﷺ کی تجارت چھوٹ چکی تھی، رہن سہن پر تکلف نہیں تھا اور فاقوں کی نوبت بھی آ جاتی تھی تو آپ ﷺ کا گھریلو انتظام کس طرح چلتا تھا؟ آپ ﷺ نے اپنی ضروریات کو بہت محدود رکھا تھا، طرزِ زندگی سادہ تھا اور جہاں سادگی ہوتی ہے، جہاں ضروریات محدود ہوتی ہیں، وہاں انتظام کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔انتظامات ہمیشہ مشکل تب ہوتے ہیں جب آپ قناعت والی زندگی نہ گزاریں اور رسول اللہ ﷺ کے عقد میں جو خواتین آئیں وہ عموماً ناز و نعم میں پل کر آ رہی تھیں، اچھا کھانا کھانا چاہتی تھیں، اچھا لباس پہننا چاہتی تھیں اور نبی ﷺ کے گھرانے میں آ کر ظاہر ہے کہ ان کو صبر اور قناعت کرنا پڑتی تھی۔

اس اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ جس انسان نے زندگی میں بہت کچھ اچھا دیکھا ہو اس کا دل اچھے کھانے، اچھے لباس کی طرف زیادہ جلدی مائل ہوتا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی

ازواج نے کبھی ان دنیادارانہ محبتوں کا اظہار نہیں کیا کہ ہمیں کیا کچھ اچھا لگتا ہے؟ ایک مرتبہ جب ازواج مطہراتؓ نے اچھے کھانے اور اچھے لباس کا مطالبہ کیا تھا تو آپ ﷺ نے ایلاء کر لیا تھا اور 29 دن کے بعد واپس آئے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اسی وجہ سے علیحدگی اختیار کی کہ انہوں نے آپ ﷺ سے زیادہ مطالبات کئے تھے اور جب کبھی کوئی ایسی بات ہوتی تو آپ ﷺ ان سے فرماتے تھے کہ اگر تمہیں اس کی تمنا ہے کہ یہ چیزیں تمہیں جنت میں ملیں تو دنیا میں ان کو لینے سے پرہیز کرو اور اس طرح آپ ﷺ ان کو ذہنی طور پر تیار رکھتے تھے۔ (بخاری:5843) آپ ﷺ نے ازواج مطہراتؓ کے لیے یہ انتظام کیا تھا کہ بنی نضیر کے نخلستان کا ایک حصہ ان کے لیے مختص کر دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ جیسے قابلِ تقلید شوہر تھے، ایسے ہی بے مثال باپ تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے بچوں کے بہت خوبصورت نام رکھے۔ آپ ﷺ کی بچیاں زندہ رہیں اور بیٹا زندہ نہ رہا۔ آپ ﷺ نے بیٹیوں کی پرورش، تعلیم و تربیت کو کتنا احسن قرار دیا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''جس نے اپنے دو بیٹیوں کی پرورش کی حتیٰ کہ وہ بالغ ہو گئیں، وہ اور میں قیامت کے روز اس طرح آئیں گے اور نبی ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا دیا''۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیٹیوں سے کتنی محبت تھی؟ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال پر ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کی قبر پر بیٹھے آنسو بہا رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رو رہے تھے تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا: رشتۂ صہر ٹوٹ گیا یعنی سسرالی رشتہ نہیں رہا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''سسرالی رشتہ انتقال سے نہیں ٹوٹتا، طلاق سے ٹوٹتا ہے''۔ (الانساب الاشراف)

نبی ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی۔ جب کبھی سفر سے واپس آتے سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جایا کرتے تھے اور ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگنی کا ارادہ کیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ آپ ﷺ کی قوم کا یہ خیال ہے کہ آپ ﷺ اپنی بیٹیوں کی حمایت میں خفا نہیں ہوتے، اسی لیے تو علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کی بات چیت مکمل کر لی ہے۔ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ کھڑے ہو گئے، تشہد پڑھا اور فرمایا:

''میں نے ابوالعاص بن ربیع سے اپنی لڑکی کا نکاح کیا تو ابوالعاص نے جو بات مجھ سے کہی سچ کہی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا یقیناً میرے گوشت کا ٹکڑا ہے، میں اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ اس کو کوئی صدمہ پہنچے۔ خدا کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے''۔

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منگنی کا ارادہ ترک کر دیا۔ (صحیح بخاری)

اس طرح ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی وضاحت کر دی کہ اگر دو دشمنوں کی بیٹیاں اکٹھی ہوں گی تو ظاہر ہے کہ گھریلو اُمور خراب ہوں گے۔ کوئی ایک واقعہ نہیں کئی ایک واقعات ایسے ہیں جن سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹیوں کے ساتھ کیسے محبت کی؟

نبی ﷺ بچوں سے محبت اور شفقت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ شفقت کا اظہار، تقویٰ، بزرگی اور رہنمائی کے خلاف محسوس ہوتا ہے۔ جب آپ ﷺ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو پیار کرتے تھے تو اس موقع پر ایک شخص نے کہا کہ میرے دس بچے ہیں، میں نے تو انہیں کبھی پیار نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ ﷺ صرف اپنے بچوں سے محبت اور شفقت نہیں کرتے تھے بلکہ بچوں کے بچوں سے بھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر بٹھا لیا کرتے تھے۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے کندھوں پر چڑھ جاتی تھیں تو آپ ﷺ اتارتے نہیں تھے، جب تک وہ آپ ﷺ کے کندھے پر رہتیں آپ ﷺ سجدے میں رہتے، جب خود سے ادھر ادھر ہو جاتیں تو آپ ﷺ سجدے سے اٹھ جاتے۔ (صحیح بخاری) آپ ﷺ جب کبھی بچوں مثلاً اپنے نواسے نواسیوں کو اپنے اردگرد دیکھتے تو خطبہ دیتے ہوئے رک جاتے، پہلے انہیں گود میں اٹھا لیتے، پھر خطبہ دیتے تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا بچوں کے ساتھ معاملہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے اپنے قرابت داروں سے بھی ہمدردی کے تعلقات تھے۔ آپ ﷺ کی اُصولی تعلیم وہی تھی جو اللہ ربّ العزت نے قرآنِ حکیم میں دی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ، والدین اور رشتہ داروں سے نیکی کرو۔ نبی ﷺ اپنے رشتہ داروں خاندانِ بنی ہاشم کے فقراء کی مالی طور پر بھی معاونت کرتے تھے اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے بھی ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ رحم کی رشتہ داری کا خیال رکھنا کتنا زیادہ ضروری ہے! آپ ﷺ نے فرمایا:

"قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا"۔ (صحیح بخاری)

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"جو صلہ رحمی کرتا ہے اس کی عمر اور رزق میں برکت دی جاتی ہے"۔ (صحیح بخاری)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب بدر کی جنگ میں قید ہو کر آئے تو رسول اللہ ﷺ سو نہیں سکے تھے۔ ساری رات عباس رضی اللہ عنہ کراہتے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی حالت خراب رہی۔

آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ: ''عباس رضی اللہ عنہ کے کراہنے کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آئی''۔ اسی وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ان کی مشکیں کھول دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر سارے قیدیوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرو، صرف عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں، سبھی کے ساتھ حسنِ معاملہ کرو''۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ قیدی ہو کر آئے تھے اور ان کے لیے لباس کی ضرورت تھی اور ظاہر ہے کہ ان کے پاس لباس تو اور تھا نہیں۔ عباس رضی اللہ عنہ اونچے لمبے تھے، ان کو کسی کا کُرتہ پورا نہ آیا اور عبداللہ بن اُبی کا کُرتہ پورا آ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات پر اس احسان کو محسوس کیا، جب عبداللہ کا انتقال ہوا تو باوجود ساری زیادتیوں کے آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کے کہنے پر اپنا کُرتہ اس لیے مرحمت فرمایا کہ اس نے میرے چچا کو کُرتہ دیا تھا۔ (بخاری) یہ رسول اللہ ﷺ کا اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھنا تھا۔

اس سلسلے میں مزید بہت ساری مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ جو چیز میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے تعلقات کے حوالے سے اگر دیکھئے تو آپ ﷺ رشتہ داروں کے درمیان بہترین تعلقات قائم کرنے والے اور جاں نثار دوست تھے۔ آپ ﷺ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیسا تعلق تھا؟ وہ جو آپ ﷺ کے وضو کا قطرہ تک نیچے نہیں گرنے دیتے تھے، ان سے آپ ﷺ کی محبت بھی بے مثال تھی۔ عام افراد سے بھی آپ ﷺ تعلق رکھتے، باہر سے آنے والے وفود سے ملاقاتیں کرتے اور انہیں مرحبا کہتے، آنے والوں کو خوش آمدید کہتے، ان کے ساتھ حسنِ معاملہ کرتے، اچھی طرح تعلیم دیتے۔ ماں باپ کے ساتھ آپ ﷺ کا تعلق تو ہمیں نہیں ملتا لیکن تلقین بہت ملتی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ قابلِ تقلید شوہر تھے، بے مثال باپ تھے۔ آپ ﷺ عظیم تر تھے، عظیم ترین انسان۔ آپ ﷺ کو جس جہت میں بھی دیکھیں آپ ﷺ کا اُسوہ ہمیں کیا بتاتا

ہے؟ کہ ہم ان سے زیادہ اچھا انسان اس دھرتی پر پا نہیں سکتے ۔ان سے زیادہ بہترین زندگی گزارنے والا کبھی کوئی نہیں گزرا۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ساتھ اپنی زندگی کو match کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارا یہ مشن پورا ہو سکے کہ ہم کم از کم اپنے آپ کو احساس دلانے والے بن جائیں۔ اس محفل میں ہم بہت زیادہ کام تو نہیں کر سکتے، صرف یہ کوشش کر سکتے ہیں کہ اپنے آپ کو احساس دلائیں کہ یہ وہ feilds ہیں جن پر ہمیں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کہ اب میں نے کیا کرنا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کے اَخلاق کے حوالے سے جو پہلو توجہ طلب ہیں ان میں آپ ﷺ کا معاشرتی اَخلاق، ایفائے عہد، حسن سلوک، عفو و درگزر اور آپ ﷺ کے اندر جو نمایاں چیز نظر آتی ہے وہ خدمتِ خلق کا جذبہ ہے، آپ ﷺ کی ہمدردی، ایثار، پھر آپ ﷺ کی شگفتہ مزاجی۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی خانقاہی زندگی نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ نے نیک مجلسی زندگی اختیار کی اور یہ خشک مذہبی زندگی نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ light way میں بھی بات چیت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی گھریلو زندگی میں سادگی نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ کاموں میں تعاون کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح خوشگوار تعلقات کے حوالے سے آپ ﷺ باتیں سنتے تھے، اختلاف مٹاتے تھے، دلچسپ گفتگو کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے مزاج میں شگفتگی تھی اور یہ شگفتگی گھر کے اندر بہت زیادہ نظر آتی تھی۔ آپ ﷺ کھلے دل و دماغ کے ساتھ معاملہ کرنے والے تھے۔ آپ ﷺ کے مزاج میں اُکتاہٹ اور بیزاری نہیں تھی۔

آپ لوگ شیئر کریں کہ آپ نے اس سے کیا سیکھا؟

لیکچر کے دوران حاضرین کی شیئرنگ

طالبہ: ہر اُصول ہی اتنا سنہری ہے کہ قابلِ عمل ہے اور قابلِ تقلید بھی لیکن مجھے اپنی ذات کے حوالے سے جس چیز کی شدت سے کمی محسوس ہو رہی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کی ذات میں جو خدمتِ خلق کا جذبہ نظر آتا ہے مجھے لگتا ہے کہ اس چیز کی ہم سب میں کمی ہے، اسی میں ایثار کا بھی پتہ چلتا ہے۔ انسان جب کسی کے لیے ایثار کرتا ہے تو اس میں بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ دل میں کینہ نہ ہو، حسد نہ ہو۔ پھر دوسروں کا دل جیتنا، ان کے ساتھ بھلا کرنا اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے، پھر جو قریب ترین رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام ایک مکمل systematic مذہب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر ہر شخص کو ہر حیثیت میں جو رشتے ہیں، اسی ترتیب کے ساتھ preference دینے کا کہا ہے۔ اس چیز کا بہت شدت کے ساتھ احساس ہوتا ہے کہ اگر ہم اپنے گھر والوں کے ساتھ معاملات میں اچھا ہونے کا ہی اُصول لے لیں، اُن کے ساتھ اچھا رہنے کی پریکٹس کر لیں تو اس سے ہماری بہت ساری چیزوں کی اصلاح ہو جاتی ہے اور باقی معاملات تو سدھر ہی جاتے ہیں۔ میں نے اپنے لئے جو نمایاں اُصول لیا ہے وہ یہی ہے۔

طالبہ: ہم نے پہلے عظیم منتظم کے حوالے سے نبی ﷺ کا یہ روپ دیکھا تھا کہ آپ ﷺ فوجوں اور لشکروں کو بھیج رہے تھے، تعینات کر رہے تھے اور دوسری طرف یہ کہ جب دو بیویوں کے درمیان جھگڑا ہوتا ہے تو برتن کے ٹکڑے تک خود ہی اکٹھے کر رہے ہیں یعنی کہاں یہ کہ لشکروں کو بھیج رہے ہیں اور کہاں اتنی عاجزی، اتنا زیادہ ایثار اور اتنی زیادہ محبت ہے بیویوں کے لیے اور وفا کا حق ادا کرتے ہیں کہ ان کے کسی احساس کو بھی ٹوٹنے نہیں دیتے۔

استاذہ: رسول اللہ ﷺ کے گھر کا ماحول واقعی بہت خوبصورت تھا جہاں سکون تھا، خوشی تھی، محبت، عزت، اعتماد، تحفظ، ایسی فضا گھروں کے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

طالبہ: مجھے اس لیکچر کو اٹینڈ کرنے کے بعد وہ کچھ ملا ہے جسے میں واقعی حاصل کرنا چاہتی تھی اور میری ہمیشہ یہ خواہش رہی تھی کہ میں ایسی باتیں سنوں جو تفرّقات سے پاک ہوں تو یہاں میں نے یہ سنا کہ کوئی کسی کے اختلاف میں بات نہیں کر رہا۔

طالبہ: آج کا پروگرام اٹینڈ کر کے جو احساس ہوا ہے وہ یہ کہ انسان کو بلند ترین مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دین نے دیا ہے اور most important چیز جو اس دنیا میں ہے وہ انسان ہے، لہٰذا انسان کی تکریم بھی کرنی ہے اور اس کی respect بھی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں serious attitude کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ انسانیت کی خدمت کے لیے کوششیں بھی کرنی ہیں اور بخل سے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو بچانا ہے۔

طالبہ: میں نے اتنا کچھ حاصل کیا ہے اور میری feelings اتنی تبدیل ہوئی ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو انشاء اللہ تبدیل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی مرضی بھی چاہیے اور ہدایت بھی چاہیے اور میں اتنی خوش ہوں اس بات سے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں

واپس اپنے علاقے میں جا کر بھی یہ سب کچھ کروں اور حضور پاک ﷺ کی اتنی اچھی باتیں سن کر اور ان کا رہنے کا اسٹائل سب کچھ observe کر کے اتنی خوشی ہو رہی ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ زندگی کا اصل مقصد ہی یہی ہے۔

استاذہ: اسلام پر یہ الزام [blame] ہے کہ اس کی تعلیمات سوا چودہ سو سال پرانی ہیں اور اس میں اتنی rigidity ہے، fundamentalism ہے، رجعت پسندی اور قدامت پرستی ہے لیکن درست بات یہ ہے کہ انسانیت کو تحفظ صرف اسلام ہی دے سکتا ہے۔ انسانی حقوق کا سب سے بڑا علمبردار اسلام ہے، گھر کے اندر بھی اور گھر کے باہر بھی۔ انسانی جذبات و احساسات کا سب سے زیادہ احترام کرنے والا اسلام ہے۔ اسلام انسانوں کی care سکھاتا ہے، ان سے محبت سکھاتا ہے، انسانیت کی تکریم سکھاتا ہے۔ انسانوں کی عزت اور ان کے وقار کا تحفظ کرنا یہ سب کی ذمہ داری ہے۔ گھروں کے اندر بھی جہاں انسان خود کو بہت زیادہ بااختیار محسوس کرتا ہے، پہلی مثال ہمیں ملی کہ وہاں پر بھی اپنے اختیارات کا استعمال ٹھہراؤ کے ساتھ کرنا ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہمیں اپنی زندگی کے لیے بہترین نمونہ نظر نہیں آتا؟ ربّ کی بات کتنی سچی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی ہی ایسی زندگی ہے، آپ ﷺ کا قائم کردہ معاشرہ ہی ایسا ہے جس میں ہمارے لئے فلاح ہے۔ دنیا میں اگر ہم ان اُصولوں کے بغیر چلیں گے تو دنیا میں زندگی ہمارے لئے جہنم ہو جائے گی۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ گھروں کے اندر سکون قائم ہو جائے!

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ رشتہ داروں کے تعلقات ٹھیک ہو جائیں!

اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ معاشرے کے اندر سکون اور امن کی فضاء قائم ہو جائے!
تو ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ کو اپنانا ناگزیر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی زندگی کے ہر شعبے میں اپنے حبیب ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

عظیم معاشی و معاشرتی اُسوہ

Gist

1۔معاشی اُسوہ

[i] قبل از نبوت

1۔حسنِ معاملہ

2۔فقیروں کی دستگیری

3۔بیواؤں کی خدمت

[ii] بعد از نبوت مکی زندگی

1۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال

2۔ہدایا

3۔اتفاقی تجارت

[iii] مدنی زندگی

مالِ غنیمت میں سے خمس

2۔معاشرتی اُسوہ

[iv] عظیم انسان

1۔انسانی حقوق

2۔معاشی مرتبہ

3۔معاشرتی مرتبہ

4۔ترجیحی سلوک۔صلاحیت کی بنیاد پر

[v] سماجی رابطہ

1۔مساواتِ شرکاء

2۔عوامی حلقوں سے مربوط

3۔جماعت سے یا معاشرے سے شخصی، ذاتی اور بنیادی تعلقات

[vi] تعلق کی بنیاد پر

1۔ایفائے عہد

2۔حسنِ سلوک

3۔عفوو درگزر

[vii] معاشرتی رابطہ

1۔عام افراد سے

2۔رشتہ داروں سے

3۔جانثار دوستوں سے

4۔ماں باپ سے

5۔قابلِ تقلید شوہر

6۔خوشگوار باہمی تعلقات

7۔آنے والے وفود سے ملاقات

Self Analysis

نمبر شمار	میری ذات نبی ﷺ کی ذات کے آئینے میں	ہاں	نہیں	کسی حد تک	بہت حد تک
1	کیا میں یہ سمجھتی / سمجھتا ہوں کہ مال محبوب رکھنے کی چیز نہیں؟				
2	کیا میں مال جمع کرنے کی خواہش رکھتی / رکھتا ہوں؟				
3	کیا میں رشتہ داروں اور حاجت مندوں پر اللہ کے لئے مال لٹاتا / لٹاتی ہوں؟				
4	کیا میں پوری جدوجہد کرتی / کرتا ہوں کہ کسی کی محتاج نہ ہوں؟				
5	کیا میں فیاضی سے کام لیتی / لیتا ہوں؟				
6	کیا میں کسی کی عزتِ نفس مجروح کرتی / کرتا ہوں؟				
7	کیا میں معاشرے سے بخل کو ختم کرنے کی کوشش کر رہی / رہا ہوں؟				
8	کیا میں قناعت کرتی / کرتا ہوں؟				

نمبر شمار	میری ذات نبی ﷺ کی ذات کے آئینے میں	ہاں	نہیں	کسی حد تک	بہت حد تک
9	کیا میں عزم وہمت سے کام لیتی/لیتا ہوں؟				
10	کیا میں صرف اللہ پر بھروسہ کرتی / کرتا ہوں؟				